WWW.PAKSOCIETY.COM

کے ساتھ ساتھ انگارے جلنے لگے۔ ”میں کہتی تھی چھت پہ نہ ملو، تم کہتے تھے، تم مجھ سے ملنا نہیں چاہتیں، کیا تم اتنے بچے تھے شجاع کہ تمہیں احساس نہ ہوا کہ یوں چھت پر ملنا، یوں خط، فون، یہ سب میری بدنامی کا باعث بن سکتا تھا، میں ایک کمزور اور غریب لڑکی تھی، تم نے.....“

”تم مجھ پر اعتبار تو کرتیں، میں تمہیں بدنام نہ ہونے دیتا، ساری دنیا سے لڑتا تمہارے لیے اگر تم ساتھ ہوتیں۔“ وہ بات کاٹ کر اسی مضبوطی سے بولا۔

”میری دنیا بھائی اور امی، رافعہ اور تمہاری ماں بہنوں پہ ختم ہوجاتی تھی، شجاع تم ان سے لڑ نہیں سکے، اُن کے سامنے مجھے بے عزت ورسوا ہونے سے نہیں روک سکے اور تم دنیا سے میرے لیے لڑتے؟“ بولتے بولتے اس کی گردن کی نسیں ابھر آئی تھیں، آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں مگر وہ خائف نہیں ہوا تھا۔

”تم میرے ساتھ کھڑی تو ہوتیں، مجھے کبھی کہا تو ہوتا کہ میرا انتظار کروگی، کیا میں اتنا بے اعتبار تھا تمہارے لیے؟“

”انتظار؟“ اس کے منہ پہ تو گویا طمانچہ پڑا۔ ”تم لوگوں نے اپنا وہ گھر بیچ دیا اور کسی دوسرے محلے میں شفٹ ہوگئے، بتایا بھی نہیں کہ کدھر جارہے ہو، میں نے تو کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا مگر تم نے دعوے کیے تھے، تم واپس کیوں نہیں آئے؟ ان آٹھ سالوں میں ایک دفعہ بھی تم پاکستان نہیں آئے کیا؟“

”آیا تھا مگر تم لوگ بھی تب وہ گھر چھوڑ کر جاچکے تھے۔“

”ہمارے نئے گھر کا پتا خاندان میں سب کو معلوم تھا، کیا تم نے کسی سے پوچھا؟“

”امی نے کہا تھا کہ تم لوگوں نے پتا کسی کو نہیں.....“

”تم اپنی امی کو جانتے تھے شجاع، تو تم نے ان کے علاوہ کسی اور سے کیوں نہیں پوچھا؟“ شجاع لمحے بھر کو بالکل خاموش ہوگیا، وہ سلگتی آنکھیں لیے اس کے سامنے کھڑی سارے حساب مانگ رہی تھی۔

”سچ تو یہ ہے کہ میں تائی کو بھی جانتا تھا، اسی لیے کچھ بن کر آنا چاہتا تھا تاکہ تائی مجھے انکار نہ کرسکے۔“

”یہ تو وہ ہے جو تم نے اپنی تائی کے لیے کیا، تم نے میرے لیے کیا کیا، مجھے وہ بتاؤ؟“

”پارس ..... پارس .....“ وہ چکرا گیا تھا۔ ”میں آیا تھا، جب مجھے لگا میں کسی قابل ہوگیا ہوں تو میں تم سے ملنے مری آیا تھا، میں نے تمہارا مری کا پتا تک ڈھونڈ لیا تھا مگر جب میں آیا تو تم شادی کرچکی تھیں، وہ بھی ایک امیر بوڑھے سے..... میں نے تمہارے لیے یہ کیا کہ تمہاری زندگی ڈسٹرب کیے بغیر اپنے دل پر پتھر رکھ کر واپس چلا گیا۔“

”تم تب آئے جب امی نے تمہاری خالہ کو فون کرکے بتایا کہ پارس نے رائل ہوٹل کے مالک سے شادی کرلی ہے..... تب تمہاری خالہ نے بتایا کہ شجاع تین دن بعد پاکستان آرہا ہے، اگر تم نے میرے لیے کچھ کرنا ہوتا تو یہ خبر اپنی خالہ سے سن کر خاموشی سے بیٹھ جاتے یا کہ پاکستان آنے کے تیسرے روز ہی مری آجاتے؟“ شجاع کے لبوں پر تلخ مسکراہٹ ابھری۔

”تو تم جانتی تھیں میں آیا تھا؟“

”ہاں..... تمہاری خالہ سے فیروزہ مائی کا رابطہ اس شادی کے بعد شروع ہوا تھا مگر قائم ابھی تک ہے ان سے ہر خبر ہمیں مل جاتی ہے، ہمیں نہ کچھ پوچھنا پڑتا ہے، نہ پوچھنے کی خواہش ہے۔“ وہ چبا چبا کر بولی۔ آنکھیں ابھی تک جل رہی تھیں اور جلا رہی تھیں۔

”میں یہ دیکھنے آیا تھا کہ خالہ نے جھوٹ کیوں بولا کیونکہ مجھے یقین نہیں آیا تھا کہ تم یوں کسی اور سے

شادی کرسکتی ہو۔“

”بلکہ یوں کہو کہ تم مجھ سے حساب مانگنے آئے تھے مگر میرے شوہر کی دولت اور مرتبہ دیکھ کر مرعوب ہوکر خاموشی سے چلے گئے۔“ وہ استہزائیہ مسکرائی۔ شجاع کی پیشانی پر بل پڑے۔

”پارس تم ہر کسی کو دولت کا لالچی کیوں سمجھتی ہو؟“

”جاؤ شجاع، میرے پاس تمہارے لیے کچھ نہیں ہے۔“ اس نے جواب دینے کے بجائے اکتاہٹ سے رخ پھیر لیا، وہ چند ساعتیں وہیں کھڑا رہا پھر خاموشی سے واپس پلٹ گیا۔

پارس اپنے سامنے درخت پر کندہ تاریخ کو دیکھتی رہی..... آنکھوں میں جلتی سلگتی چنگاریاں اب کرچیوں میں تبدیل ہوگئی تھیں۔

☆☆☆

فائز نے پارس کے آفس کے گلاس ڈور کے پار جھانکا..... وہ سر جھکائے تیز تیز کاغذ پر قلم چلا رہی تھی۔ صبح وہ جس طرح پژمردہ سی واک سے واپس آرہی تھی، اب اس پژمردگی کا شائبہ تک اس کے وجود پہ نہ تھا۔ وہ پُرسکون، بے تاثر اور سنجیدہ لگ رہی تھی۔

فائز نے ہولے سے دروازہ کھٹکھٹایا، پارس نے سر اٹھایا..... اسے دیکھ کر وہ نرمی سے مسکرائی۔ یہ پہلی دفعہ تھا جب وہ اسے دیکھ کر یوں مسکرائی تھی۔

”یہ فائلز آپ نے منگوائی تھیں؟“ اس نے چند فائلیں پارس کے سامنے رکھیں، اس کی آنکھیں ابھی تک سرخ اور ویران تھیں۔

”شکریہ.....“ پارس نے فائلز کو نہیں، اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”اٹس اوکے میم..... یہ سامنے ہی رکھی تھیں، مجھے کوئی محنت نہیں کرنی پڑی۔“

”میں کل والی بات کا ذکر کررہی ہوں، میرا اتنا خیال کرنے کا شکریہ۔“ فائز کے چہرے پر سایہ سا لہرایا..... اس نے سر جھکایا۔ اٹھانے کی ہمت نہیں

ساتواں بھائی

عوام دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک غریب اور دوسرے وہ جو امیر نہیں ہوتے۔ غریب، امیروں کی ملکیت ہوتے ہیں کیونکہ انہیں خدا نے نہیں، امیروں نے بنایا ہوتا ہے۔ اسکول میں ایک بار ٹیچر نے ہم سے پوچھا۔ ”رابن ہڈ صرف امیروں کو ہی کیوں لوٹتا تھا؟“ تو ہم نے کہا۔ ”غریبوں کے پاس ہوتا ہی کیا ہے جسے وہ لوٹتا۔“ غریبوں کے قدرتی وسائل اور مسائل بچے ہی ہوتے ہیں۔ بنگلہ دیش میں ڈبلیو ایچ او کے ایک عہدیدار نے ایک شخص سے پوچھا۔ ”آپ کی کوالیفکیشن کیا ہے؟“ کہا۔ ”الیف ایس سی۔“ بیٹے سے پوچھا اس نے کہا۔ ”بی ایس سی۔“ ماں سے پوچھا۔ اس نے کہا۔ ”ایم ایس سی۔“ وہ خوش ہوا کہ یہاں خواندگی کی شرح اتنی ہے۔ بعد میں پتا چلا کہ اس سے مراد تھا..... فادر آف سیون چلڈرن، برادر آف سیون چلڈرن اور مدر آف سیون چلڈرن۔ سات بھائیوں والے ایک امریکی مزاح نگار کا واقعہ ہے۔ ایک صحافی نے کہا۔ ”وہ صاحب کہتے ہیں تو ان کا سگا بھائی ہے، تم کہتے ہو تمہارا اس کا دور کا رشتہ ہے؟“ کہا۔ ”ہاں دور کا رشتہ ہے کیونکہ یہ میرا ساتواں بھائی ہے۔“

اقتباس: از مزاحیات
تحریر: ڈاکٹر یونس بٹ
انتخاب: نفیسہ آرا، یو اے ای

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہوئی، وہ مسکرا بھی نہیں سکا۔

''پتا نہیں، شاید میں نے آپ کا لنچ خراب کردیا۔'' اس کی آواز بھاری ہورہی تھی۔

''نہیں بلکہ مجھے اچھا لگا۔'' پارس نے گہری سانس لی۔ ''بہت سارے دشمنوں کے درمیان اگر کوئی ایک خیال رکھنے والا ہو تو بہت اچھا لگتا ہے۔''

فائز نے سر اٹھایا، اس کی آنکھوں میں تکلیف تھی، وہ ابھی تک کھڑا تھا۔ ''مگر آپ کے اتنے دشمن کیوں ہوں گے؟''

''جن کو لگتا ہے میں نے ان سے کچھ چھینا ہے، وہ اس سب کو واپس لینے کے لیے کوشش کررہے ہیں اور اس کوشش میں وہ ہر حد تک جائیں گے۔'' وہ سوگواریت سے مسکرائی۔

''کیا آپ نے واقعی ان سے کچھ چھینا ہے؟'' پارس نے فائز کا چہرہ دیکھا..... اس کے چہرے پر سوال تھے۔ اس نے جواب دینے کے لیے لب کھولنے چاہے مگر لمحے بھر میں سب کچھ دھندلا گیا۔ وقت کا رولر کوسٹر ایک دفعہ پھر اسے پیچھے لے جانے لگا۔

''کیا میں اندر آسکتی ہوں، سر؟'' اس نے دھیرے سے ادھ کھلا دروازہ بجایا..... دوسری طرف رخ کیے کھڑے رضوان حیات جو بک شیلف سے کچھ نکال رہے تھے، چونک کر پلٹے، اسے دیکھ کر لمحے بھر کو چپ سے رہ گئے پھر خاموشی سے کرسی کی جانب اشارہ کیا۔

پارس چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اندر آئی۔ بیٹھی نہیں، ان کے مقابل جا کھڑی ہوئی اور آنکھیں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

''مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے؟'' وہ سنجیدگی سے بولی۔ رضوان خاموشی سے منتظر رہے۔

''کل آپ نے جو کچھ کہا، وہ..... وہ کیوں کہا؟''

''میں معذرت کرچکا ہوں، مجھے واقعی ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔''

''میں آپ کی بہت عزت کرتی ہوں سر، آپ کو واقعی میرے ساتھ اس قسم کا مذاق نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' اس کے چہرے پر دکھ تھا، احساسِ توہین تھا۔

''پچھلے کچھ دنوں سے صبح واک پہ میں نے آپ کو بہت سی باتیں بتائیں، اپنی امی کی، بھائی کی، ان کی بے حسی کی، آپ نے بھی بتائیں، اپنی بہن اور بھائی کی بے حسی کی.....''

''میرا بھائی بے حس نہیں ہے، وہ مجھ سے واقعی بہت محبت کرتا ہے۔'' انہوں نے بے اختیار دھیرے سے ٹوکا مگر وہ نہیں سن رہی تھی۔

''مگر سر..... اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ مجھ سے یوں مذاق کرتے.....؟''

''مگر میں مذاق نہیں کررہا تھا۔'' رضوان کے چہرے پر حیرت ابھری۔

''آف کورس آپ مذاق کررہے تھے، میں جانتی ہوں۔'' پارس نے چونک کر انہیں دیکھا۔

''میں اس طرح کا مذاق کرنے والا آدمی لگتا ہوں آپ کو؟ اگر آپ واقعی مجھے پندرہ بیس سال پہلے ملی ہوتیں تو میں آپ کو پرپوز کرتا، اب بھی کرنا چاہتا تھا مگر یہ بات آپ کو ہرٹ کرے گی، اسی لیے.....'' انہوں نے سر جھٹکا جیسے مزید اس موضوع پر بات نہ کرنا چاہتے ہوں۔

''کیوں؟ آپ کو تو ہزاروں لڑکیاں مل جائیں گی، میں تو کچھ بھی نہیں ہوں آپ کے سامنے۔'' پارس حیرانی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

''نہیں، آپ کے سامنے شاید میں کچھ نہیں ہوں، آپ جوان ہیں، خوب صورت ہیں، مجھ جیسے بوڑھے سے۔'' انہوں نے پھر سر جھٹکا۔

''آپ مجھے خود سے بہتر سمجھتے ہیں؟'' وہ دم بخود تھی۔

''بالکل.....'' انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''مگر میں آپ کو پرپوز نہیں کروں گا کیونکہ میں جانتا ہوں آپ کسی اور کا انتظار کررہی ہیں۔'' آج

اس بات پر اس کے چہرے پر کوئی رنگ نہیں اترا۔

''مجھے کسی کا انتظار نہیں ہے۔''

''کیا آپ نے اس پر اعتبار کرنا چھوڑ دیا ہے؟'' وہ جانچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔

''نہیں، میں نے کبھی اس پر اعتبار کیا ہی نہیں تھا۔'' وہ خاموشی سے جا کر کرسی پر بیٹھ گئی اور سر جھکا دیا۔ رضوان اسی طرح کھڑے رہے۔

''وہ میرے چچا کا بیٹا ہے، شجاع..... بچپن ہمارا ساتھ گزرا، وہ ہمسائے میں رہتا تھا۔ جب میں چھوٹی تھی اور ابا زندہ تھا تو چاچی کے منہ سے سنتی تھی کہ شجاع میرا منگیتر ہے۔ بچپن سے یہ بات ذہن میں بیٹھ گئی تھی کہ میری شادی اسی سے ہونی ہے پھر ابا مرگیا۔ تب بھی چاچی اس بات کو دہراتی رہتی تھی۔ امی کو یہ رشتہ پسند نہ تھا، وہ شجاع کو گھر میں نہیں داخل ہونے دیتی تھی، مجھے بھی ڈانٹتی تھی۔'' وہ جو ایک سانس میں بولتی جارہی تھی، ذرا دیر کو رکی۔

''مجھے وہ برا نہیں لگتا تھا مگر میں اس سے بچ جاتی تھی، اس سے دور رہتی اور پھر وہ واقعی دور چلا گیا۔ انگلینڈ جانے سے پہلے اس نے بہت سے وعدے کیے تھے مگر ہر وعدہ میری رسوائی بن گیا۔ خط، فون..... امی نے ہر چیز پر پابندی لگادی۔ میں نے پھر بھی انتظار نہیں چھوڑا۔ اس کے گھر والوں نے مکان بدل لیا، ہم سے رابطہ ختم کردیا، میں پھر بھی انتظار کرتی رہی، ہم مری آگئے، میں ادھر نوکری کرنے لگی، اتنے سال گزر گئے، وہ مڑ کر نہیں آیا، مجھے پھر بھی انتظار رہا اور کل جب آپ نے وہ سب کہا تو..... تو میں نے اس کی خالہ کو فون کیا.....'' اس نے ایک دفعہ نگاہیں اٹھائیں، اس کی آنکھیں جھلملا رہی تھیں۔ ''میں نے اس کی خالہ سے اس کا انگلینڈ کا نمبر لیا اور اسے فون کیا۔ اگر وہ منگنی ہی تھی تو مجھے اس سے آزادی چاہیے تھی یا اس کی مضبوطی چاہیے تھی۔ مجھے کچھ فیصلہ کرنا تھا۔ میں نے اسے فون کیا۔''

آفس میں چند ثانیے کو بالکل خاموشی چھا گئی، رضوان مکمل توجہ اور دھیان سے اسے سن رہے تھے۔

''اس نے فون اٹھایا، ہیلو، بولا اور..... اور پوچھا کون بات کررہا ہے، میں نے کہا پارو..... اس نے کہا کون پارو.....؟ اس کی آواز نیند میں ڈوبی ہوئی تھی مگر میں تو کبھی نیند میں بھی نہیں بھولی کہ کون شجاع پھر وہ کیسے بھول گیا کہ کون پارو..... مجھے میرا جواب مل گیا تھا، میں نے فون بند کردیا..... مجھے اب اس آدمی کو یاد بھی نہیں رکھنا۔'' ایک آنسو ٹوٹا اور گال پر لڑھک گیا۔ پارس نے ہتھیلی کی پشت سے اسے صاف کیا، دوسرا آنسو نہیں گرا..... ایک قطرے کی بارش.....

''کیا آپ مجھ سے شادی کریں گی؟'' وہ بولے تو بس یہی۔

''آپ مجھ سے کیوں شادی کرنا چاہتے ہیں؟'' اس نے بھیگی نگاہوں سے ان کو دیکھا۔

''کیونکہ میں آپ کے ساتھ خوش رہوں گا، کیا آپ کو لگتا ہے آپ میرے ساتھ خوش رہیں گی؟'' وہ پُراعتماد تھے، مضبوط تھے، اٹل تھے اور بہادر بھی۔

''مجھے نہیں پتا، آپ..... میری امی.....''

''اپنی بات کریں، پارس، آپ میرے ساتھ رہنا چاہیں گی؟''

''مجھے بس اتنا پتا ہے کہ مجھے آپ کا میرا یوں نام لینا اچھا لگتا ہے۔'' پارس ہلکا سا مسکرائی..... وہ پہلی دفعہ مسکرائے..... مہربان مسکراہٹ۔

''کیا آپ نے واقعی کچھ چھینا میم؟'' بعض آوازیں ہمیں کسی یاد میں دھکا دے دیتی ہیں تو بعض ہاتھ پکڑ کر کسی یاد سے کھینچ نکالتی ہیں..... وہ فائز کی آواز پر چونک کر واپس آئی۔

''نہیں۔'' اس نے تکان سے نفی میں سر ہلایا۔ وہ جیسے بہت دور سے واپس آئی تھی۔

''تو پھر انہیں کیوں لگتا ہے کہ آپ نے ان

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے کچھ چھینا؟''

''کیونکہ وہ خود بے حس، لالچی اور خود غرض لوگ ہیں۔'' وہ بولی تو اس کی آنکھوں میں نفرت ابھرنے لگی تھی۔ فیضان کے جبڑے کی رگیں تن گئیں' لب بھینچ گئے۔

''تم بزدل ہو، اگر تم اپنے باپ جیسے بھائی کے قتل کا بدلہ نہ لے سکے تو اپنے مرد ہونے پر لعنت کرنا۔''

''کیا آپ رضوان صاحب کے رشتے داروں کی بات کر رہی ہیں؟'' بولتے ہوئے اس نے آہستہ سے میز پر رکھے پیپر نائف پہ اپنا ہاتھ رکھا۔ ''میں پرسنل نہیں ہونا چاہتا مگر اس دن آپ نے مجھے جانے سے روکا تھا..... کیا وہ لوگ..... کیا رضوان صاحب بھی اتنی ہی نفرت کرتے تھے۔ فیضان صاحب سے جتنی آپ کرتی ہیں؟'' اس نے پیپر نائف اپنی انگلیوں کے بیچ گھماتے ہوئے پوچھا۔ پارس کے لبوں پر تلخ مسکراہٹ اتر آئی۔

''وہ دل کے بہت سچے انسان تھے فائز..... وہ ساری دنیا کو غلط کہہ سکتے تھے، اپنے بھائی کو نہیں..... سویرا سے بھی انہیں شکایات تھیں مگر فیضان میں ان کی جان تھی، وہ اسے غلط مان ہی نہیں سکتے تھے۔'' وہ افسوس سے کہہ رہی تھی۔ ''وہ لڑکا ساری عمر اُن سے صرف بٹورتا رہا، اُن کو جلی کٹی سنا کر چلا جاتا، وہ دل مسوس کر رہ جاتے، اس کی باتوں پہ کئی دن تک اداس رہتے، ہرٹ ہوتے، وہ صرف اُن کے پیسے سے محبت کرتا تھا مگر وہ نہیں مانے..... آسمان سے فرشتے اتر کر بھی کہتے کہ فیضی لالچی، خود غرض... اور بے حس ہے تو وہ کہتے، وہ لالچی اور خود غرض ہو سکتا ہے وہ مگر بے حس نہیں ہے، وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔'' اس نے تلخی سے سر جھٹکا۔

پیپر نائف پہ اس کی گرفت مضبوط ہو گئی..... آنکھوں کی سرخی بڑھ گئی، تنی ہوئی رگیں مزید تن گئیں۔ پارس اپنے قلم کو انگلیوں میں گھماتی، اپنے دھیان میں بولے جا رہی تھی، فیضان کا ضبط بس ختم ہونے کے قریب تھا۔

''آپ کو کیا لگتا ہے، فیضان صاحب کس قسم کے انسان ہیں؟''

''گھٹیا اور بے حس..... جسے اپنے مفادات کے آگے کچھ عزیز نہیں..... دولت کے پیچھے وہ کسی کی بھی جان لے سکتا ہے۔ چاہے وہ اس کا اپنا بھائی ہو یا میں۔''

پیپر نائف کو پکڑے فیضی کے ہاتھوں میں پسینہ آ گیا..... اس نے دھیرے سے نائف چھوڑ دیا..... وہ بنا آواز واپس میز پر گر گئی۔ وہ تنی ہوئی رگوں سے پارس کو دیکھتے ہوئے گہری سانس لے رہا تھا۔

''آپ نے کہا کہ اس رات فیضان صاحب مری میں تھے جبکہ مسز سویرا اس بات کی نفی کر رہی تھیں۔ میم، آپ کو کیسے پتا چلا کہ وہ اس رات وہیں تھے؟''

''کیونکہ اس رات میں نے خود اسے یہاں دیکھا تھا..... وہ یہیں تھا اور آج جو کچھ بھی ہوا ہے۔ اس کا ذمے دار وہی ہے۔'' پارس نے قلم گھمانا روک کر فائز کو سنجیدگی سے دیکھا اور بولی۔

فائز کی سانس رک گئی، وہ یک ٹک اسے دیکھے گیا..... کون کس کے ساتھ کھیل رہا تھا، سمجھنا مشکل تھا۔

''کیا آپ اُن سے مل چکی ہیں پہلے؟ میرا خیال تھا آپ فیضان صاحب سے پہلے کبھی نہیں ملیں۔''

''کسی اور موضوع پر بات کریں فائز، میں اس آدمی کا ذکر بھی نہیں کرنا چاہتی۔'' اس نے اکتاہٹ سے سر جھٹکتے ہوئے فائل کھول لی۔ فیضان اسی طرح اسے دیکھتا رہا اس کی رنگت ہر رنگ کھو کر سفیدی ہو گئی تھی۔

☆☆☆

تنویر صاحب نے کافی کا گھونٹ بھر کر کپ واپس میز پر رکھا پھر ایک نظر سامنے بیٹھے فیضان اور سویرا پر ڈالی۔

''آپ نے کہا تھا کہ آپ جلد قانونی کارروائی کریں گے تو کیا بنا اس کا؟'' سویرا نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے مگر فیضان پہلے بول پڑا۔

''ہم کوئی قانونی کارروائی نہیں کریں گے۔'' سویرا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''فیضی تم نے ہی تو کہا تھا کہ ایف آئی آر اور لاش کا پوسٹ مارٹم.....'' انہوں نے اسے ٹہوکا دینا چاہا۔

''میں نے کہا ناں ہم کوئی قانونی کارروائی نہیں کریں گے۔'' وہ سخت لہجے میں بولا۔ ''میں اپنے طور پر ثبوت ڈھونڈنے کی کوشش کروں گا اور جو بھی قاتل ثابت ہوا اسے ہم پولیس کے حوالے کر دیں گے۔''

''جو بھی.....؟'' سویرا نے دبے دبے غصے سے دہرایا۔ ''قاتل پارس ہے۔''

''نہیں، اس نے قتل نہیں کیا.....'' وہ سپاٹ انداز میں کہتا سامنے تنویر صاحب کو دیکھ رہا تھا جو خاموشی سے دونوں کی جھڑپ سن رہے تھے۔

''تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم یہاں پارس کے خلاف ثبوت ڈھونڈنے آئے تھے اور اب تم اسی کے دفاع میں بول رہے ہو۔''

''میں نے کہا ناں پارس نے قتل نہیں کیا۔'' فیضان کا انداز اونچی ہوئی، سویرا آپا ذرا خائف ہوئیں۔

''تو پھر کس نے کیا ہے؟'' وہ خاموش رہا..... تنویر صاحب نے باری باری دونوں کو دیکھا۔

''سویرا کا سوال درست ہے فیضی، پارس کے علاوہ کون ہے ایسا جس کے پاس رضوان بھائی کو قتل کرنے کا کوئی معقول motive ہو؟''

''motive تو ہم تینوں کے پاس بھی ہے، بھائی جی کی موت سے ہم تینوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے تو کیا ہم میں سے بھی کوئی قاتل ہے؟'' وہ تیز لہجے میں بولا۔ سویرا اور تنویر صاحب کو سانپ سونگھ گیا۔

''کیا تم اس لیے قانونی کارروائی روکنا چاہتے ہو کہ قاتل ہم میں موجود ہے؟'' تنویر صاحب نے احتیاط سے پوچھا۔

''نہیں بلکہ ہم چاروں میں سے کسی نے قتل نہیں کیا، قاتل کوئی اور ہے اور ہمیں اس کو ڈھونڈنا ہے، ہر حال میں۔'' اس کا لہجہ اٹل تھا۔

تبھی لان میں کوئی آتا دکھائی دیا..... آہٹ پر سب نے اس جانب دیکھا افضل بابا ڈھیلی چال چلتے چلے آ رہے تھے۔

''کہیے، بابا، خیریت؟'' سویرا نے تیکھی نگاہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''وہ..... تنویر صاحب، مجھے آپ سے بات کرنی تھی۔'' وہ ان دونوں کو دیکھ کر ہچکچائے..... یہ تنویر صاحب کا گھر تھا اور وہ قطعاً وہاں سویرا اور فیضان کی توقع نہیں کر رہے تھے۔

''تو ہمارے سامنے کر لیں بات، ہم بھی تو جانیں، ایسا کیا ہے جو اتنا اہم ہے؟'' سویرا تنک کر بولیں۔ فیضی کا سارا غصہ بابا پر نکلنے کو بے تاب تھا۔

''جی جی افضل بابا، آپ بتائیں۔'' تنویر صاحب فوراً اُن کی طرف متوجہ ہوئے۔

''وہ جی..... اس روز جب پارس بی بی واک پر گئیں تو.....'' پارس کے نام پر فیضان آگے کو ہوا اس کے اعصاب تن گئے۔ سویرا نے بغور اس کا یہ انداز دیکھا۔

''تو ان کے بھائی اور والدہ ان کے لاکر میں چوری کا منصوبہ بنا رہے تھے، میں نے انہیں اُدھر آتے جاتے دیکھا تو پارس بی بی کو فون کر دیا..... وہ آئیں اور ان کو اپنے کمرے سے نکال دیا..... پھر..... بی بی نے مجھے کہا کہ میں ان پر نظر رکھوں.....

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

میں فوراً ان کے پیچھے گیا تو وہ دونوں شکیل بابو کے کمرے میں تھے اور غصے اور عجلت میں وہ دروازہ بند کرنا بھول گئے تھے۔ میں نے ان کی باتیں سنیں، وہ..... وہ دونوں پارس بی بی کو قتل کر کے ساری دولت ہتھیانے کا پروگرام بنا رہے تھے۔''

افضل بابا روانی سے بتاتے چلے گئے..... سویرا کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ ابھری، فاتحانہ مسکراہٹ..... اور انہوں نے فوراً فیضی کو دیکھا جو حق دق سا سن رہا تھا۔

''مگر..... وہ کیوں اسے قتل کرنا چاہتے ہیں؟'' وہ بدقت کہہ پایا۔

''بات صاف ہے پارس کے مرنے کے بعد اس کی ساری جائداد اس کی ماں اور بھائی کو چلی جائے گی۔'' تنویر صاحب نے جیسے تبصرہ کیا البتہ وہ کوئی خاص فکرمند نہیں نظر آرہے تھے۔ فیضان نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

''مگر..... اب ہم کیا کر سکتے ہیں؟'' وہ واقعتاً پریشان ہو گیا تھا۔

''یہ پارس کا ذاتی مسئلہ ہے، افضل بابا، آپ اس کی خبر اپنی بی بی کو دیں۔ تنویر صاحب کو کیوں دے رہے ہیں؟'' سویرا آپا جانے کیوں مسرور و مطمئن نظر آرہی تھیں۔

''میں نے بی بی کو یہ بات نہیں بتائی، میں نے بی بی کو یہ بھی نہیں بتایا کہ فیضان بابو، فائز صاحب ہیں' میں بی بی سے پہلے.....'' انہوں نے تنویر صاحب کو دیکھا..... ''ہر بات تنویر صاحب کو بتاتا ہوں کیونکہ بڑے صاحب ان پر بھروسا کرتے تھے۔''

''ٹھیک ہے بابا، آپ جائیں، ہم مسئلہ حل کرلیں گے۔'' تنویر صاحب نے جیسے انہیں وہاں سے ٹالنا چاہا، وہ خاموشی سے غمزدہ سے واپس پلٹ گئے۔

فیضان مضطرب سا جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا، وہ جیسے بے بس تھا، دل و دماغ کے بیچ چھڑی جنگ میں پس سا گیا تھا مگر خاموش رہنے کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔

☆☆☆

ڈائننگ ہال میں نیم روشنی سی بکھری تھی، کمرے کی صرف ایک زردبتی روشن تھی البتہ میز پر رکھے کینڈل اسٹینڈ کی دو... لمبی لمبی موم بتیاں جل رہی تھیں۔ فیروزہ مائی نے ڈونگا شکیل کی طرف بڑھایا، جس نے ہاتھ کے اشارے سے منع کر دیا، وہ پہلے ہی سیخ کباب سے پلیٹ بھر چکا تھا۔ فیروزہ نے ڈونگا واپس رکھ دیا، میز پر وہ دونوں ہی تھے۔

''پھر..... کیا سوچا تو نے؟'' وہ دھیرے سے گویا ہوئی..... ساتھ ہی پلیٹ میں شوربہ نکالا۔

''موقع دیکھ کر پارو کو اس کے شوہر کے پاس پہنچانا ہے، اس کالا کو اپنے قبضے میں کرنا ہے، کسی نہ کسی طرح تو وہ کھل ہی جائے گا اور پھر قانونی کارروائی کر کے سارے ہوٹلز ہتھیانے ہیں۔'' وہ دانتوں سے کباب کاٹتا بول رہا تھا۔

''تجھے لگتا ہے اتنی آسانی سے وہ بڈھے کی بہن ہمیں سب ہتھیانے دے گی؟ وہ اسی دولت کے پیچھے تو آئی ہے۔'' فیروزہ مائی کے چہرے پہ تنی لکیریں موم بتی کے ٹمٹماتے شعلے میں مزید گہری لگ رہی تھیں..... وہ فکرمند تھی، غیر مطمئن بھی.....

''دیکھ امی، بڈھے کے پاس بہت مال تھا، صرف حق مہر میں اس نے پورا ہوٹل لکھ دیا، منہ دکھائی میں یہ گھر دے دیا، اب دولت کے اس صحرا میں سے ہم مٹھی بھر لیں، تب بھی اگلے بیس سال اچھے گزر جائیں گے۔''

اس کے انداز پر بے اختیار فیروزہ مائی نے اطراف پہ نگاہ ڈالی، سجا سجایا خوب صورت گھر، فانوس، انگیٹھیوں کے کارنس پر رکھے قیمتی ڈیکوریشن پیسز، مخملیں پردے، چمکتے فرش لمحے بھر کو ان مادی

چیزوں کی چکاچوند نے اس کی آنکھیں چندھیا دیں، جب یہ چمکتی ہوئی روشنی کی بارش مدھم ہوئی تو ایک نیا خطر دکھائی دینے لگا۔

چھوٹے سے لونگ روم کی ساری بتیاں روشن تھیں، آتش دان میں لگا ہیٹر بھی سرخ دہک رہا تھا۔ کمرے میں موجود تینوں نفوس خاموش تھے، پارس اب کاٹتی چپ بیٹھی تھی، رضوان حیات کی خاموشی تہید کے مترادف تھی اور فیروزہ مائی کی خاموشی میں کنفیوژن تھا۔

''بڑے صاحب، ایسی کیا بات تھی جو آپ خود چل کر آئے؟ مطلب..... ہمیں بلا لیا ہوتا۔'' اس نے گفتگو کا آغاز کرنے کی سعی کی..... چہرے پر پریشانی تھی، پارس اس کی وجہ سمجھ رہی تھی مگر خاموش رہی۔

''بات اہم تھی، مجھے خود آنا چاہیے تھا۔'' وہ نرمی سے گویا ہوئے، سوٹ میں ملبوس، گریس فل شخصیت اور چند روز قبل کا احسان، فیروزہ مائی سخت مرعوب ہو چکی تھی۔

''کیا وہ قرضہ ہمیں جلد واپس کرنا ہوگا؟'' اس نے خود سے پوچھ لیا، اب مزید صبر نہیں ہو رہا تھا، پریشانی حلق تک پہنچ چکی تھی۔

''ارے نہیں، اس کی آپ فکر نہ کریں، مجھے پارس کے حوالے سے بات کرنی تھی۔'' پارس کے لبوں پر ایک مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہوئی وہ دل سے راضی تھی یا نہیں، اسے ان کا یوں اپنا نام پکارنا بہت بھا گیا تھا۔

''جی..... بتائیں، کوئی غلطی ہو گئی ہے کیا اس سے؟''

''دیکھیں مسز فیروزہ، میں لمبی بات نہیں کیا کرتا..... میری درخواست صاف اور واضح ہے، میں پارس سے شادی کرنا چاہتا ہوں، پارس کو کوئی اعتراض نہیں..... کیا آپ اس... بات کی اجازت دیں گی؟''

فیروزہ مائی کے لب آدھے کھل گئے، پہلے تو وہ

مردوں کا زیور پہننا

حضرت عمرانؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کے بازو میں پیتل (یا تانبے) کا ایک کڑا دیکھا تو نبی کریم ﷺ نے (اس سے) فرمایا۔ ''ارے بھئی یہ کیا ہے؟''

اس نے بتایا یہ ایک بیماری کی وجہ سے پہن رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اس سے تمہاری کمزوری (بیماری) میں مزید اضافہ ہی ہوگا اسے اتار پھینکو اگر تم اس حال میں مر گئے کہ یہ تمہارے ہاتھ میں ہو تو تم کبھی کامیاب نہیں ہوگے۔

مسند احمد بن حنبل

مرسلہ: تسنیم ماہ پارہ، کراچی

قابلِ غور

ایک نوجوان عورت نے ایک ماہرِ نفسیات کے پاس جا کر شکایت کی کہ وہ چھ بچوں کی ماں بن چکی ہے لیکن اب بھی اس کا شوہر اس سے محبت نہیں کرتا۔ یہ سن کر ماہرِ نفسیات نے جواب دیا۔ ''شکر کرو کہ وہ تم سے محبت نہیں کرتا ذرا سوچو اگر وہ تم سے محبت کرتا تو تمہارے بچوں کی تعداد کیا ہوتی؟''

انعام

ایک نو بیاہتا دلہن نے اپنے ہاتھوں کا پکا ہوا کھانا شوہر کو کھلاتے ہوئے پوچھا۔ ''اگر میں آپ کو اسی طرح کھانا کھلاتی رہی تو بتائیں مجھے کیا انعام ملے گا؟''

''میرے انشورنس کے پچاس ہزار روپے۔'' شوہر نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔

مرسلہ: ارم کمال، فیصل آباد

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہکا بکا رہ گئی پھر یہ بے یقینی مدھم ہوئی، دماغ نے کام کرنا شروع کیا تو اس نے پارس کو دیکھا۔ وہ پورے اعتماد سے اسے دیکھ رہی تھی، البتہ اب بھی اس اعتماد میں واضح کمزوری تھی، کچھ دن سے بدلی بدلی لگ رہی تھی مگر اب بھی وہ ماں سے ڈرتی تھی، فیروزہ مائی نے واپس رضوان صاحب کی طرف دیکھا۔

''نہیں..... مجھے کوئی اعتراض نہیں..... یہ تو خوشی کی بات ہے.....'' وہ پریشانی اور خوشی سے مسکرائی۔ ''مگر..... آپ کو پارس میں.....''

''وہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔'' وہ مسکرا کر بولے مگر انداز میں قطعیت تھی جیسے وہ کسی کو اس پر تبصرہ کرنے کی اجازت نہیں دیں گے، فیروزہ مائی فوراً پیچھے ہٹی۔

''جی..... وہ تو ٹھیک ہے مگر..... آپ کے خاندان والے؟''

''مجھے کسی کی اجازت نہیں چاہیے، میں کچھ عرصے بعد اس شادی کو اوپن کروں گا، خاندان والوں کو ابھی نہیں بتایا۔'' انہوں نے اور کچھ والے انداز میں اسے دیکھا۔

''مگر..... اس کی کیا گارنٹی ہے کہ آپ چھٹیاں ختم ہونے کے بعد پارس کو چھوڑ کر نہیں چلے جائیں گے؟'' فیروزہ مائی کا اعتماد واپس آرہا تھا، پارس نے برہمی سے اسے دیکھا مگر وہ دونوں اس کی طرف متوجہ نہ تھے۔

''آپ کو کس قسم کی گارنٹی چاہیے؟''

''آپ پارس کے نام کچھ کردیں، کوئی پلاٹ، مکان، کچھ بھی، جس سے ہمیں پتا چلے کہ آپ.....''

''میں مری والا ہوٹل حق مہر میں پارس کے نام لکھ رہا ہوں، ٹھیک؟'' انہوں نے سوالیہ ابرو اٹھائی، فیروزہ مائی کا منہ کھلا سو کھلا، پارس بھی سناٹے میں رہ گئی۔

''سر.....'' اس نے ان کو روکنا چاہا مگر ان کی بات ختم نہیں ہوئی تھی۔

''اس کے علاوہ میں نے ہوٹل کے قریب ایک بنگلا بھی پارس کے لیے خریدا ہے۔''

''تو پھر شادی کے بعد میں بھی وہیں رہوں گی۔'' فیروزہ مائی تیزی سے بولی۔

''مجھے اعتراض نہیں ہے، البتہ ایک بات میں واضح کردوں، یہ میری طرف سے پہلا اور آخری فیور ہوگا جو آپ کو ملے گا، ہوٹل، بنگلا، میں سب کچھ پارس کے نام کروں گا اور مجھے امید ہے کہ آپ مجھ سے مزید کوئی ڈیمانڈ نہیں کریں گی۔''

اور فیروزہ مائی کو اب لگا کہ وہ دنیا کی سب سے بے وقوف عورت ہے، اسے خوشی اور جوش میں ''ہاں'' کرنے کے بجائے پہلے اپنی ڈیمانڈ سامنے رکھنی چاہیے تھیں۔ پھر گارنٹی مانگتی، پھر ہاں کرتی مگر اس نے ترتیب الٹ دی اور اب اس کی قسمت الٹ گئی تھی، پارس مالکن تھی اور وہ ایک ہاؤس کیپر، کل کو پارس اس کو گھر سے نکال دیتی تو اس کے ہاتھ کچھ نہ آتا۔

''امی..... سن نہیں رہی؟'' شکیل نے اس کی کہنی ہلائی تو وہ جیسے ہوش میں آئی۔

''ہاں، کیا.....؟''

''سنا نہیں؟'' شکیل نے معنی خیز انداز میں سامنے کھڑی ملازمہ کی جانب اشارہ کیا جو کوئی پیغام لے کر آئی تھی۔ فیروزہ مائی نے الجھی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''سویرا صاحبہ آئی ہیں، ہم سے ملنے۔'' وہ کرسی دھکیل کر کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔ فیروزہ مائی چونک کر ساتھ ہی اٹھی۔

لان میں ایک کرسی پر سویرا براجمان تنقیدی نگاہوں سے اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں، ان کو آتے دیکھ کر نخوت سے مسکرائیں، اٹھی نہیں۔

''جی میڈم، ہم سے کیا کام آگیا آپ کو؟'' شکیل نے ڈھیلے ڈھالے مگر خوشگوار انداز میں کہتے ہوئے کرسی سنبھالی۔ سویرا کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

''مجھے علم ہوا ہے کہ تم دونوں پارس کو قتل کر کے اس کی جائداد ہتھیانے کا سوچ رہے ہو؟''

شکیل کی مسکراہٹ اُڑ چھو ہوئی، اس نے بے اختیار ماں کو دیکھا، جس کا رنگ فق ہوگیا تھا۔

''دیکھو انکار مت کرنا کیونکہ میں سب جانتی ہوں اور ابھی میں نے اس بات کا پارس کو نہیں علم ہونے دیا مگر جلد یا بدیر مجھے اس کو خبر تو کرنی ہوگی۔'' شکیل نے بے اختیار تھوک نگلا پھر چہرے پر سختی لا کر بولا۔

''دیکھیں میڈم جی، آپ کو کوئی غلط فہمی.....''

''میں نے کہا..... انکار مت کرنا۔'' وہ ایک دم آگے ہو کر شعلہ بار انداز میں بولیں تو شکیل کی زبان بند ہوگئی، سویرا نے گہری سانس لی، مسکرائیں اور واپس پیچھے ہوئیں۔

''مسئلہ یہ ہے کہ میں تمہاری دشمن نہیں ہوں، اس لیے تمہیں ایک بات واضح کرنے آئی ہوں، پارس کے نام موجود ساری جائداد بہت جلد ہمارے نام ہوجائے گی، تم لوگ ویسے ہی اس کے سوتیلے رشتے دار ہو اور شکیل، تمہارا تو اس سے خون کا رشتہ تک نہیں، تم لوگوں کے ہاتھ کچھ نہیں آنے والا۔''

''تو پھر آپ ہمارے پاس کیوں آئی ہیں؟'' شکیل آنکھیں سکیڑ کر انہیں بغور دیکھتے ہوئے بولا۔ سویرا کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

''کیونکہ پارس میری اور تمہاری مشترکہ دشمن ہے اور جب دشمن ایک ہو تو ہمیں بھی ایک ہوجانا چاہیے۔''

''مطلب؟'' فیروزہ اور شکیل نے الجھے ہوئے انداز میں سویرا کو دیکھا۔

''میں تمہیں دو کروڑ دوں گی، تم پارس کو قتل کردو مگر ایسے کہ وہ ایک ایکسیڈنٹ لگے..... اگر تم انکار کرو گے تو میں پارس کو تمہاری اصلیت بتادوں گی اور اگر تم اپنے طور پر اسے قتل کرو گے، تب بھی ساری جائداد میرے پاس آئے گی، تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا، اس لیے بہتر ہے کہ تم مجھ سے پیسے لے لو، بدلے میں، میں تمہاری مدد کروں گی اور تمہیں protect بھی کروں گی۔''

''اور اگر میں یہ سب، آپ کا آنا اور آپ کی آفر، پارس کو بتادوں، تو؟'' اس کی بات پہ سویرا نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

''مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش میں تم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، وہ آل ریڈی جانتی ہے کہ میں اس کی دشمن ہوں، اس لیے اسے شاک نہیں لگے گا، البتہ تم لوگ اس کے رشتے دار ہو، آگے تم خود سوچ سکتے ہو۔''

''ٹھیک ہے، مگر میں تین کروڑ لوں گا۔'' شکیل جبراً مسکرایا گو کہ اندر باہر طوفان سا مچا تھا۔

''دو کروڑ، اور بس..... میں سودے بازی کرنے نہیں آئی، منظور ہے تو بتاؤ ورنہ میں اسے پیسے دیے بغیر کسی سے بھی ختم کرواسکتی ہوں۔'' وہ تیز نگاہوں سے اسے گھور کر بولتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ شکیل جلدی سے ساتھ کھڑا ہوا۔ فیروزہ مائی تو اب تک بیٹھی ہی نہیں تھی۔

''ٹھیک ہے مگر یہ کام کب کرنا ہے؟'' سویرا کی تیز نگاہیں پھر سے میٹھی مسکراہٹ میں بدل گئیں۔

''تین دن بعد ہوٹل میں ایک پارٹی ہے، اس ہوٹل کی بارھویں سالگرہ، اس رات تمہیں پارس کو قتل کرنے کے بہت سے مواقع ملیں گے اور جیسا کہ میں نے کہا، میں تمہاری ہر ممکن مدد کروں گی۔'' شکیل پہلی دفعہ مطمئن انداز میں مسکرایا۔

''بس تین دن.....'' اس نے بے اختیار سوچا تھا۔

☆☆☆

''میں آپ کی بہت شکر گزار ہوں احسان صاحب کہ آپ بطورِ خاص اتنے شارٹ نوٹس پر آئے۔'' کاریڈور کے سرے پر پارس بہت تشکر سے مسکراتی ساتھ کھڑے صاحب سے کہہ رہی تھی،

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

شال کندھوں کے گرد، پرس کہنی پہ، سیدھے بال اور خوب صورت مسکراہٹ، احسان صاحب پہ اس کے رعب میں مزید اضافہ ہوا، انہوں نے سر کو خم دے کر جیسے شکریہ قبول کیا۔

''مسز رضوان، یہ میرا فرض تھا، میں آپ کے کسی کام آؤں، اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے میرے لیے؟ رضوان صاحب کے بہت احسان ہیں مجھ پر۔''

''بہت اچھا لگتا ہے جب ایک شخص کی آپ ہر ایک سے تعریف سنیں اور وہ آپ کا بہت اپنا بھی ہو، اسی لیے میں ہر سال کی طرح اس پارٹی کو ویسے ہی ارینج کرنا چاہتی ہوں جیسا کہ ان کے وقت ہوا کرتی تھی، مجھے یہ چیز بہت خوشی دے گی۔'' پارس نرمی سے مسکرائی۔

''آپ بے فکر رہیں..... میری ٹیم ہر ممکن کوشش کرے گی کہ آپ کی توقعات پر پوری اترے..... ویسے کوئی خاص تھیم ہے آپ کی نظروں میں؟'' وہ دونوں کاریڈور کے سرے پر کھڑے باتیں کررہے تھے جہاں کاریڈور ختم ہوتا، وہاں شیشے کا دروازہ تھا اس کے پار چند آفس کیبن بنے نظر آرہے تھے، وہاں چہل پہل جاری تھی، مصروفیت اپنے عروج پر تھی۔

''نہیں، میں اتنی کریٹو... ہوتی تو آپ کو کیوں بلواتی؟'' وہ جھینپ کر مسکرائی۔ ''بس میں چاہتی ہوں کہ آپ ہر چیز پچھلی دفعہ کی طرح ارینج کریں۔''

''مگر میرا یہ مشورہ ہوگا کہ ہم پچھلی دفعہ سے بڑھ کر سب کچھ کریں، انسان کو امپروومنٹ کی گنجائش ہمیشہ رکھنی چاہیے۔'' احسان صاحب بہت خوش نظر آرہے تھے، اسی خوشگوار موڈ میں انہوں نے یونہی دائیں طرف دیکھا؟ جہاں شیشے کے دروازے کے پار کیبن تھے اور ستائش سے مسکرائے۔

''مجھے اس بات کی بے حد خوشی ہے کہ فیضان صاحب آپ کے ساتھ بہت کوآپریٹ کررہے ہیں اور ہوٹل کے لیے مل کر کام کررہے ہیں، ویسے کب آئے وہ مری؟''

پارس کی مسکراہٹ معدوم ہوئی، آنکھیں اچنبھے سے سکڑیں، اس نے ان کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا، جہاں ایک کیبن کے باہر ہاتھ میں فائل پکڑے فائزون پر کسی سے بات کررہا تھا۔

''جی.....؟'' پارس نے الجھی ہوئی نگاہوں سے احسان صاحب کو دیکھا۔

''وہ فیضان صاحب ہیں ناں، رضوان صاحب کے بھائی، ان کی بات کررہا ہوں، وہ گرے کوٹ میں، ابھی آتے ہوئے انہیں دیکھا، مصروف نظر آرہے تھے، مل نہیں سکا، واپسی پر مل لوں گا، مجھے پتا تو چلا تھا کہ وہ لاہور آئے تھے پچھلے ماہ مگر یہ نہیں علم تھا کہ وہ آپ کے ساتھ ادھر کام کررہے ہیں۔''

پارس بالکل ٹھہری ہوئی کبھی اُن کو دیکھتی، کبھی دور فون پر مصروف نظر آتے فائز کو۔

''وہ ..... گرے کوٹ والے جو فون پر بات کررہے ہیں؟'' اس نے ٹھہر ٹھہر کر پوچھا۔ ''آر یو شیور وہ رضوان کا بھائی ہے؟''

''جی! بالکل.....'' وہ حیران ہوئے۔ ''اتنے سالوں سے دیکھ رہا ہوں ان کو، کیوں نہیں پہچانوں گا۔''

پارس نے دور نظر آتے فائز... کو دیکھا، فیضان حیات..... فائز حسن؟ اس کے چہرے پر سختی در آئی، آنکھوں میں انگارے دہکنے لگے، لب بھنچ گئے، اتنے زور سے کہ گردن کی رگیں ابھرنے لگیں۔

''تو یہ ہے فیضان.....!'' وہ زیر لب بڑبڑائی۔

سویرا، فیضان اور شکیل..... پارس کے دشمنوں کی بنی اس مثلث کا کون سا کونا بودا ثابت ہوا..... رضوان حیات کے قتل کا معما کیسے حل ہوا..... یہ سب جاننے کے لیے پڑھیں آخری حصہ اگلے ماہ۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ خانہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے خاص کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ہر ہم وار ایکٹو ٹائم کوالٹی کی گیرنٹی
- عمران سیریز از ظہیر عظیم اور ابن صفی کی مکمل سیریز
- اپلوڈ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ٹرینوم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پریویو ہر پیج سائز کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

مکمل ناول

پارس

نمرہ احمد

آخری حصہ

''کیا آپ کو نہیں معلوم یہ فیضان صاحب ہیں؟'' احسان صاحب اپنی حیرت کا اظہار کیے بنا نہ رہ سکے۔ پارس بدقت مسکرا پائی۔

''اگر مجھے نہیں معلوم تو اس کا واضح مطلب ہے کہ فیضان صاحب مجھے نہیں بتانا چاہتے۔ اس لیے میری آپ سے ایک درخواست ہے اگر وہ نہیں خود کو ظاہر کرنا چاہتے تو آپ ان کو نہیں بتائیں گے۔ اس گفتگو کے بارے میں۔''

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"مگر..... وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟" وہ حق دق تھے۔

"وجہ وہ خود بہتر جانتے ہوں گے مگر مجھے امید ہے کہ آپ میرے کیے کا مان رکھیں گے۔" وہ خود کو مکمل طور پر کمپوز کر چکی تھی، متانت سے کہہ کر پلٹ گئی۔ جاتے وقت اس نے فائز کو دوبارہ ضرور دیکھا تھا۔

اپنے آفس میں آکر اس نے پرس میز پر قریباً پھینکا اور کرسی پر گر کر کنپٹیوں کو انگلیوں سے دبایا۔ اندر باہر طوفان سے چل رہے تھے۔ شاک، بے یقینی، دھوکا، توہین..... اس کے چہرے پر ہر احساس رقم تھا۔

پچھلے کچھ دنوں کے مناظر اس کے سامنے چلنے لگے۔ فائز کا اس کا سوپ گرانا۔ اپنی بہنوں اور ماں کی محبت کے قصے دُہرانا، اس سے رضوان حیات کے رشتے داروں کے بارے میں سوال کرنا، اس سے شجایع کا ذکر چھیڑنا..... کچھ اتفاق نہ تھا۔ سب پلاننگ تھی۔

پارس نے سر سیٹ کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔ اس کو عجیب تھکن سی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ فائز کو پہچان نہیں سکی۔ وہ دھوکا کھا گئی۔ وہ فیل ہو گئی۔ مگر..... مگر کیا وہ اب بھی فیضان کو ٹھیک پہچان رہی ہے یا ابھی تک اس کی آمد کے اصل مقصد سے ناواقف ہے؟

پارس ہولے ہولے کنپٹیوں کو مسلنے لگی۔ اسے خود کو پُرسکون کرنے کے ساتھ ساتھ آنے والے دنوں کا لائحہ عمل بھی طے کرنا تھا۔ اسے کیا کرنا چاہیے؟ پہلا اسٹیپ وہ کیا اٹھائے؟

دروازہ ذرا سی آہٹ کے ساتھ کھلا اور تنویر صاحب اندر داخل ہوئے۔ پارس نے گردن اٹھا کر انہیں دیکھا۔ مسکرائی نہیں بس خالی، خالی نگاہوں سے دیکھتی رہی۔

"بیٹھیے۔" کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ شکریہ کہتے ہوئے بیٹھے۔

"سویرا قانونی کارروائی کا کہہ رہی تھی، فائز کی وہ لاش کا پوسٹ مارٹم کروانا چاہتی ہے۔"

پارس جوابی تبصرہ کیے بغیر اُن کو دیکھتی رہی۔

"مگر فی الحال ایسا ہوتا نظر نہیں آرہا۔ فیضان شاید ایسا نہیں چاہتا۔"

"فیضان واپس کب آرہا ہے؟" پلکیں جھپکے انہیں دیکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

تنویر صاحب نے ہلکے سے شانے اچکائے۔

"میں کچھ کہہ نہیں سکتا، شاید وہ ابھی کچھ عرصے تک واپسی کے بارے میں نہیں سوچ رہا۔ خیر، اس سے فرق نہیں پڑتا۔ مجھے ایک اور بات بھی کرنی تھی۔" ذرا سے توقف کے بعد وہ بولے۔ "آپ کے بھائی، خلیل صاحب مجھے وہ کچھ ٹھیک آدمی نہیں لگتے۔"

"مجھے تو اب یہاں بہت سے لوگ ٹھیک نہیں لگتے تنویر صاحب!" وہ ان پر نگاہیں جمائے چبھتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"مگر ہم خلیل کی بات کر رہے ہیں، آپ ان سے تھوڑی سی احتیاط کریں وہ....."

"تنویر صاحب! آپ کو یاد ہوگا کچھ ماہ قبل آپ کو میں نے جو رقم ٹرانسفر کی تھی، اس کا ایک ہی مقصد تھا۔ رضوان کی موت اور آس پاس کے واقعات کو اچھے سے کور اپ کرنا اور ہمارے گندے پسند نتائج سامنے لانا۔ ہماری اس ڈیلنگ میں ذاتیات پر بات کرنا شامل نہیں تھا، اس لیے آپ مجھے خلیل یا کسی دوسرے کی اصلیت مت بتائیں کیونکہ ایک بات میں نے آپ پر پہلے دن سے واضح کی تھی کہ نہ آپ میرے ساتھ وفادار رہیں، نہ مجھے آپ پر اعتبار ہے۔"

"کچھ ہوا ہے، میم؟" تنویر صاحب اب غور

سے پارس کو دیکھ رہے تھے۔

"جی اور وہ یہ ہے کہ آپ میرے آفس آکر مجھ سے میرے بھائی کا ذکر کر رہے ہیں اور یہ بات مجھے ہضم نہیں آئی۔" اس کا لہجہ خطرناک حد تک سنجیدہ تھا۔

"میں معذرت خواہ ہوں، آپ جانتی ہیں میں صرف آپ کی خیر خواہی عزیز رکھتا ہوں۔" وہ متاسف نظر آنے لگے۔

"آپ جا سکتے ہیں، مجھے کچھ کام کرنے ہیں۔" وہ رخ ذرا پھیر کر کمپیوٹر کی طرف متوجہ ہو گئی۔ تنویر صاحب خاموشی سے اٹھ کھڑے ہوئے، البتہ وہ کچھ ہچکچاتے ہوئے لگ رہے تھے۔

☆☆☆

فائز چند فائلز اٹھائے کاریڈور میں چلتا جا رہا تھا جب کسی نے اسے پکارا۔ "فیضان صاحب!"

وہ اپنے قدموں پر منجمد ہوا مگر اگلے ہی لمحے پوری آگ کی حدت سے مکمل کر پلٹا۔

سامنے احسان صاحب کھڑے تھے۔ خوشگوار حیرت سے اسے دیکھتے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھائے۔

"اوہ..... احسان صاحب..... السلام علیکم!" اس نے بڑھ کر مسکراتے ہوئے ہاتھ ملایا۔

"آپ اِدھر ہوتے ہیں؟ حیرت ہے، مسز پارس سے میں نے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آپ کراچی سے نہیں آئے۔" وہ بہت حیرت سے کہہ رہے تھے۔

فیضان کے چہرے کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ پیشانی کی رگیں تن گئیں۔ اس نے گہری سانس لے کر سر جھٹکا۔

"میں کسی وجہ سے اِدھر ہوں مگر مسز پارس کو اس کا علم نہیں ہونا چاہیے کہ میں رضوان حیات کا قاتل ہوں اور مجھے امید ہے کہ آپ ایسا نہیں ہونے دیں گے۔" وہ جلدی، جلدی کہنے لگا۔

"مگر..... سر..... وہ کیا آپ کو پہچانتی نہیں ہیں؟"

"احسان صاحب! کیا آپ میرے راز کو راز رکھ سکتے ہیں؟" اس نے جواب دینے بنا دوٹوک لہجے میں پوچھا۔ احسان صاحب نے پریشانی بھرے چہرے کے ساتھ سر اثبات میں ہلا دیا۔

"آپ بالکل بے فکر ہو جائیں، میں پہلے آپ سے کبھی ملا ہی نہیں۔"

"گڈ!" وہ اپنی پریشانی چھپاتا، سنجیدگی سے پلٹ کر کہتا پلٹ گیا۔

کاریڈور خالی ہو گیا تو احسان صاحب نے موبائل سے ایک نمبر ملا کر اسے کان سے لگایا۔

"جی مسز پارس! ان کو یقین ہے کہ میں ان کے بارے میں آپ کو خبر نہیں دوں گا۔ اب بتائیں، میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"مجھے فیضان حیات کے بارے میں ہر وہ معلومات چاہیے جو آپ اکٹھی کر سکیں اور یہ کام آج ہی ہونا چاہیے۔"

"شیور میم۔" انہوں نے پختہ لہجے میں کہہ کر کال کاٹ دی۔

☆☆☆

پارس تھکے تھکے انداز میں سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ لاؤنج میں بیٹھے خلیل اور فیروزہ نے یہ محسوس ضرور کیا تھا مگر بولے کچھ نہیں، بس خاموشی سے میوے کھاتے رہے۔ وہ اتنی ہی خاموشی سے اوپر چلی گئی۔ کمرے کا دروازہ کھولا تو اندر سب ویران سا نظر آیا۔ دھوکا دہی کا احساس انسان کو اندر باہر سے ویران کر دیتا ہے۔ خود پر سے اعتبار اٹھنے لگتا ہے۔

"میں؟ کیا میں اتنی بے وقوف تھی؟ کیا میں اتنی بے وقوف ہو سکتی تھی؟" وہ وہیں چوکھٹ میں کھڑی رہی۔ کہنی پر ٹنگا بیگ جانے کب پھسل کر فرش پر آن گرا۔ کاریڈور میں روشنی تھی، اندر

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

اندھیرا تھا۔ وہ روشنی میں کھڑی اندھیرے کا منظر دیکھنے لگی۔ وہ اندھیرے میں کھڑی روشنی کی امید تلاش کرنے لگی۔ امید کا وہ دیا جو سامنے نظر آتے کمرے کو روشنی میں نہلا دے، ایسی بے کراں روشنی جس میں اس کمرے کی ہر شے پر ثبت ہر یاد کا عکس زندہ مجسم ہو کر سامنے آ جائے۔

ایسی روشنی جو کہانی سنانے لگے..... ماضی کے ایک دن کی کہانی.....

رضوان حیات نے دروازہ دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا، اندر بیڈ روم چکا چوند روشنی میں نہایا ہوا تھا۔

"یہ ہے تمہارے پسندیدہ گھر کا سب سے خوب صورت کمرا..... ہمارا کمرا....." انہوں نے اندر قدم رکھتے ہوئے جیسے تعارف کروایا۔ اس کا کمرے سے یا کمرے کا اس سے، وہ فیصلہ نہ کر سکی، بس دائیں سے بائیں دیکھتے ہوئے چوکھٹ پار کی۔

وہ سلک کی گہری نیلی ساڑی میں ملبوس تھی۔ گھر سینٹرلی بلیڈ تھا۔ اس لیے شال اور کوٹ نیچے اسٹینڈ پر چھوڑ آئی تھی۔ سیدھے بال کمر پر، ذرا سا میک اپ، گردن میں ہیروں کا ایک نازک ہار جو آج کے موقع کے لیے رضوان نے دو روز قبل دلوایا تھا۔ اس کا چہرہ پُرسکون تھا مگر اداس بھی، آنکھوں میں احساسِ تشکر اور طمانیت تھی مگر ایک چبھن بھی، ہلکی سی تکلیف جو بائیں پہلو میں اکثر ان لوگوں کو اٹھتی ہے جو کبھی کسی کو ادھر بسا لیتے ہیں..... اور جو پھر ہمیشہ ان سے بچھڑ جاتے ہیں۔

رضوان ایک آرام دہ آرم چیئر پر بیٹھ گئے تھے اور اب ٹانگ پر ٹانگ رکھے بہت غور سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"کیا تم خوش ہو؟"

پارس ذرا سا مسکرائی۔ اس کی آنکھوں میں ملال جھلکا۔ شجاع سے بچھڑنے کا غم نہیں بلکہ اسے کبھی دل میں اتنی سی جگہ بھی دینے کا پچھتاوا جس کے وہ قابل نہ تھا۔

"میں جانتی ہوں میں آپ کے ساتھ خوش رہوں گی۔ پندرہ دن پہلے میں آپ کے نام کے علاوہ کسی چیز سے واقف نہ تھی مگر پندرہ دن بعد کی اس تبدیلی پر مجھے نہ پچھتاوا ہے، نہ افسوس..... اور نہ ہی یہ احساس کہ ہم نے عجلت سے کام لیا۔ میں خوش ہوں، مطمئن ہوں۔" بہت اعتماد سے کہتی وہ بیڈ کے کنارے پر آ بیٹھی۔ وہ اس کی بات پر مسکرائے۔ ان کا چہرہ اتنا مہربان اور نرم تھا کہ وہ دس سال اسی پائنتی پر بیٹھی، ان کو یونہی دیکھ سکتی تھی۔ وہ نقوش کے وجیہہ نہیں تھے مگر دل کے ضرور تھے۔

"مگر مجھے احساس ہے کہ ہم نے عجلت سے کام لیا۔ یقیناً سویرا اور فیضان اس رشتے کے لیے تیار نہیں ہوں گے۔ اس کے باوجود میں خوش ہوں۔"

دوسرے فقرے کے دوسرے نام تک ہی وہ پہنچے تھے کہ پارس کے حلق میں کوئی کڑوی گولی آ پھنسی۔ اس کے تاثرات میں سوگواریت در آئی۔

"آپ ان کو بتا دیں۔"

"ابھی نہیں پارس! ابھی میں کچھ دن سکون سے گزارنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد بتا دوں گا۔ سب کو بتا دوں گا۔ مجھے اپنی زندگی کا بھروسا نہیں رہا۔" ان کی مسکراہٹ میں اداسی در آئی۔ "مجھے لگتا ہے میری موت قریب ہے۔ ایسے میں، میں کچھ دن اپنے لیے جینا چاہتا ہوں۔"

"میں سمجھتی تھی امی اور شکیل جیسے صرف ایک ہیں دنیا میں اور وہ، وہ خود ہی ہیں۔ مگر جب سے میں آپ کے توسط سے مسز سویرا اور فیضان کو جاننے لگی ہوں، میں..... میں بہت دکھ محسوس کرتی ہوں۔" وہ خود کو کہنے سے روک نہیں پائی۔ "مگر اس سب کے باوجود مجھے لگتا ہے کہ آپ ان کی کمی محسوس کر رہے ہیں۔ آپ کہہ نہیں رہے مگر آپ کی خواہش تھی کہ فیضان اس وقت آپ کے ساتھ ہوتا۔"

"آخر وہ میرا بھائی ہے، میرے پاس کوئی دوسرا آپشن نہیں ہے۔" وہ آزردگی سے مسکرائے۔ پارس نے اچنبھے سے انہیں دیکھا۔

"میں شکیل اور امی سے کبھی محبت نہیں کر سکی۔ میں بزدلی کی وجہ سے ایکسپلائٹ ہوتی رہی۔ آپ فیضان اور سویرا سے محبت کرتے رہے اور محبت کے بعد ایکسپلائٹ ہوئے۔ کیا اس آگہی کے بعد بھی آپ کی محبت میں فرق نہیں آیا؟" وہ نہیں جانتی تھی کہ اپنی شادی کی رات وہ ان دو ناپسندیدہ ہستیوں کا ذکر کیوں کر رہی ہے؟

"فیضان اور سویرا میں فرق ہے پارس! فیضان مجھے قتل کر دے میں تب بھی اس کے بارے میں برا نہیں سوچ سکتا۔"

کمرے کی روشنی مدھم ہوئی یہاں تک کہ اندر اندھیرا چھا گیا۔ وہ روشن کاریڈور میں کھڑی رہ گئی۔ اندھیرے سے روشنی تک کا سفر لمحوں میں طے ہو گیا اور سدیوں کی تھکن چھوڑ گیا۔

اس نے جھک کر پرس زمین سے اٹھایا اور اندر آئی۔ بیڈ کی پائنتی پر ٹھیک اسی جگہ بیٹھی جہاں آٹھ، نو مہینے اس رات بیٹھی تھی۔

سامنے والی آرم چیئر خالی تھی۔ اسے ابھی خالی ہونا تھا۔

موبائل کی بیپ بجی تو اس نے اسے پرس سے نکالا۔ احسان صاحب کی امی میل آئی تھی۔ پارس ماضی اور مستقبل کے منجدھار سے خود کو نکال کر پوری طرح سے امی میل کی طرف متوجہ ہوئی۔

فیضان حیات..... شناختی کارڈ کی تصویر..... تعلیمی اسناد..... سی وی کی کاپی..... تعلیمی ریکارڈ..... تمام جابز کا ریکارڈ..... یہاں تک کہ ایک اسٹیٹمنٹ بھی..... رائل ہوٹل کی لاہور برانچ کی تقریب کی تصاویر میں بھی وہ کھڑا تھا۔ گرے سوٹ میں سنجیدہ اور نمایاں..... وہی جو آج کل اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہوتا تھا۔ اس کے سامنے اس تصویر میں بیسیوں لوگ ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔

فائز اور فیضان ایک ہی تھے اسے کیوں علم نہ ہو سکا؟

"مجھے وہ اتنا سخت ناپسند تھا کہ میں نے کبھی اس کے بارے میں کچھ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی۔" وہ خود سے بڑبڑائی۔ ایک تلخ مسکراہٹ چہرے پر ابھر کر معدوم ہوئی۔ دروازے پر مانوس سی دستک سنائی دی۔ پارس نے پلٹ کر دیکھا۔

چوکھٹ میں افضل بابا کھڑے تھے۔

"بی بی! کھانا لاؤں؟" مؤدب، ہاتھ باندھے، سر جھکائے۔ اس نے ایک نظر انہیں دیکھا اور دوسری نظر موبائل پر فیضان کی تصاویر پر ڈالی۔ تیسری نظر جب افضل بابا کی طرف اٹھائی تو وہ غور سے، باریک بینی سے انہیں دیکھتی، پرکھتی ہوئی نظر تھی۔

"گھنٹے تک لگائیے گا کھانا، بابا۔" الفاظ ادا کرتے ہوئے اس نے لمحے بھر کے لیے بھی آنکھیں ان سے نہ ہٹائیں۔ وہ جانتے تھے، وہ سب جانتے تھے، بس اس کو بے خبر رکھا۔

"بہت بہتر۔" وہ تعظیماً سر جھکائے باہر چلے گئے۔ پارس خاموش نظروں سے خالی چوکھٹ دیکھتی آنے والے دنوں کے بارے میں سوچنے لگی۔

☆☆☆

رضوان، فیضان اور سویرا کے مری والے بڑے گھر کا ڈرائنگ روم خاصا شاندار تھا۔ شاہانہ انداز کی سجاوٹ اور زرد روشنی۔ شکیل ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا، چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے ہر شے کو نگاہوں سے سراہ رہا تھا۔ سامنے بیٹھی سویرا جیسے بہت دیر سے ضبط کر رہی تھیں، بالآخر چبا چبا کر بولیں۔

"تم یہاں اس طرح سرِعام آنے کا مقصد

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

چائے کے کتنے کپ پینے کے بعد بتاؤ گے؟"

"آپ کو میرے آنے پر اعتراض ہے یا یوں چائے پینے پر؟" شکیل نے ہنس کر سر جھٹکا اور ایک طویل گھونٹ بھرا۔

"مجھے ہر چیز پر اعتراض ہے۔" وہ چھٹ پڑنے کو بے تاب تھیں۔ "جب میں نے کہا تھا کہ تم سے رابطہ میں خود کروں گی تو تم یوں کیوں منہ اٹھا کر آ گئے؟"

"بس..... بھئی ہم تو پارٹنرز ہیں، اب اتنا بھی کیا کہ مل نہ سکیں؟"

"پارٹنر شپ کی آفر میں کسی بھی وقت ختم کر سکتی ہوں شکیل، یاد رکھو میں یہ کام کسی سے بھی کروا سکتی ہوں۔" وہ خطرناک لہجے میں بولیں تو شکیل پھر سے ہنسا۔

"پارس تو آپ کی دشمنی سے واقف ہے مگر سوچ لیں، اگر اسے کسی اور نے قتل کیا تو کیا میں پولیس کے پاس جا کر نہیں کہوں گا کہ اس کام کی آفر سویرا صاحبہ نے پہلے مجھے کی تھی؟ یاد رکھیں، میرے پاس میری ماں کی گواہی بھی ہوگی۔"

سویرا لب بھینچ کر رہ گئیں۔ شکیل اس دفعہ پوری تیاری کے ساتھ آیا تھا۔

"کیا چاہتے ہو؟" وہ غصہ دبا کر بولیں۔

"یہ..... اس طرح پیار سے بات کیا کریں ناں۔" وہ جیسے "یہ چیز" کہنے والے انداز میں خوشی سے مسکرایا۔ "پرسوں رات ہوٹل کی پارٹی ہے۔ اس میں مجھے یہ کام کرنا ہے مگر ظاہر ہے اس کے لیے مجھے لائسنس کی ضرورت....."

"لمبی بات کٹ کرو، اور بتاؤ کتنے پیسے چاہئیں تمہیں؟" انہوں نے تُرشی سے کہتے ہوئے پرس اٹھایا۔ شکیل کی آنکھوں میں چمک در آئی۔

"اتنا تو ہو کہ میں اپنی تیاری مکمل کر سکوں۔"

سویرا خاموشی سے چیک بک پر کچھ لکھتی رہیں۔

پھر ایک چیک پھاڑ کر اس کی طرف بڑھایا۔

"یہ لو، اور اسی پر اکتفا کرو۔" شکیل نے چیک پکڑا، پڑھا اور مسکرایا۔ پھر تہ کر کے جیب میں رکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"اب مزید زحمت نہیں دوں گا آپ کو۔ جلد ہی آپ کو اچھی خبر سناؤں گا۔"

"یہی تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔" وہ تنفر بھری نگاہوں سے اسے گھورتیں بہ مشکل ضبط کر رہی تھیں۔

وہ جیسے ہی باہر نکلا، فیضان کی کار اسی گیٹ کے قریب آئی۔ شکیل کی اس طرف پشت تھی۔ فیضان پھر بھی جھک کر کچھ تلاش کرنے لگا۔ شکیل نگاہوں سے اوجھل ہوا تو فیضی کار اندر لایا۔ برآمدے کے دروازے کو عبور کر کے وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو سویرا ابھی وہیں بیٹھی تھیں۔ اسے دیکھ کر بری طرح چونک گئیں۔

"تم..... کب آئے؟" رنگت ذرا سی فق ہوئی، بے اختیار فیضی کی پشت پر دیکھا جیسے تسلی کرنا چاہ رہی ہوں کہ شکیل چلا گیا ہے یا نہیں۔

"یہ پارس کا بھائی اِدھر کیا کر رہا تھا؟" وہ گہری چبھتی ہوئی نگاہوں سے انہیں دیکھتا اسی جگہ آ کر بیٹھا جہاں ابھی شکیل بیٹھا تھا۔ فیضان کو وہ جگہ گرم لگی۔ سویرا نے یقیناً بہت دیر شکیل کو وہاں بٹھایا تھا۔ سامنے پڑے چائے کے برتن بھی ابھی اٹھائے نہیں گئے تھے۔

"وہ..... مجھ سے بات کرنے آیا تھا۔ یہ کہنے کہ اس جائداد پر اس کا اور اس کی بہن کا حق ہے لہٰذا میں اس معاملے میں کبھی ٹانگ اڑانے کی کوشش نہ کروں تو بہتر ہے۔"

فیضان آنکھیں سکیڑے آپا کو دیکھتا رہا۔ اسے جیسے یقین نہیں آیا تھا۔

"آپ نے کیا کہا؟"

"میں نے ٹھیک، ٹھیک اسے اس کی اوقات یاد

دلائی۔ خوب بے عزت کر کے نکالا۔"

"وہ تو لگ ہی رہا ہے۔" اس نے ایک نظر بہنوئی کے لوازمات پر ڈالی۔

سویرا نے نظر انداز کیا۔ جیسے یہ اہم بات نہ ہو۔

"تم سناؤ، خیر سے آئے ہو؟"

"ہوں..... آج احسان صاحب مل گئے، احسان ملک۔ لاہور والی برانچ میں کام کرتے تھے۔" وہ صوفے پر پیچھے ہو کر بیٹھتے ہوئے بتانے لگا۔

"اوہ..... کیا انہوں نے تمہیں پہچان لیا؟"

"ظاہر ہے اور مجھے یقین دہانی بھی کروائی ہے کہ پارس کو نہیں خبر ہونے دیں گے۔ مگر بہرحال، جلد یا بدیر یہ راز کھل ہی جائے گا۔"

"اسی لیے کہتی ہوں اہم ڈاکومنٹس اپنے قبضے میں کرو۔ جائداد کی منتقلی کے کاغذات صفحۂ ہستی سے ہی ہٹا دو۔" وہ رک گئیں۔

"اور پارس کو قتل کر دوں۔ یہی چاہتی ہیں ناں آپ؟" وہ تلخی سے مسکرایا۔

"یہاں آنے سے قبل تم بھی یہی چاہتے تھے۔"

"تب میں پارس کو قاتل سمجھتا تھا۔"

"اب کیا سمجھتے ہو؟" وہ چونک کر بولیں۔ فیضی چند لمحے کے لیے بالکل خاموش رہ گیا۔

"کم از کم قاتل نہیں۔" وہ بولا تو اس کی آواز گہری تاسف کی حامل تھی۔

"تو پھر قاتل کون ہے؟ یا تم اس بات پر ایمان لے آئے کہ" وہ..... میرجیوں..... سے..... کر..... تھے؟" انہوں نے توڑ توڑ کر فقرہ ادا کیا گویا بات کی نقل کی۔

"وہ قتل ہوئے ہیں، مجھے یقین ہے مگر..... نہیں..... یہ کوئی اور ہے۔"

"یا تو تم قاتل کو جانتے ہو اور اسے چھپا رہے ہو یا تم پارس کو پروٹیکٹ کر رہے ہو....." وہ بھی اس کی طرف سے مشکوک تھیں۔

"آپ کیا چاہتی ہیں، میں پارس کو قتل کر دوں؟" وہ زچ ہو گیا۔

"نہیں، اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔" ان کے منہ سے بے اختیار پھسلا۔ فوراً زبان دانتوں تلے دبائی۔ فیضان چونکا۔

"کیوں؟ کیا اس کام کے لیے کوئی اور مل گیا ہے؟"

"اونہوں، جب تم ہی کنفرم نہیں ہو کہ وہ قاتل ہے تو ہم اس کو سزا کیسے دے سکتے ہیں؟ تمہارے اپروول کے بغیر تو کچھ نہیں ہوگا فیضی۔"

"اور ہونا بھی نہیں چاہیے۔" وہ سختی سے بولا۔ سویرا آپا نے سر کو خم دیا جیسے فرمانبرداری و تعاون کی یقین دہانی کی۔

فیضان اپنی سوچوں میں گم تھا۔

☆☆☆

آفس میں حزن بھری خاموشی پھیلی تھی۔ پارس سیٹ کی پشت پر سر ٹکائے، انگلیوں میں قلم گھماتی، چھت کو دیکھ رہی تھی۔ سامنے فائلز، کاغذات بکھرے پڑے توجہ کے منتظر تھے۔ مگر اس کے پاس سوچنے کو بہت کچھ تھا۔

اسی طرح سر رکھے، اس نے انٹر کام کا بٹن دبایا اور بولی۔

"فائز صاحب کو بھیجیں۔" اور بٹن بند کر دیا۔

باہر بیٹھی سیکریٹری مستعدی سے ریسیور اٹھا کر فائز کو کال کرنے لگی۔ چند منٹ بعد وہ دروازہ کھول کر اندر آتا دکھائی دیا۔

پارس سیدھی نہیں ہوئی، سر اسی طرح پیچھے لگائے رکھا۔ بس نگاہوں سے فائز کے چہرے کا احاطہ کیا۔

"جی میم؟" وہ مؤدب سا کھڑا پوچھ رہا تھا۔ انداز میں متانت تھی، ادب تھا مگر پارس اس کی

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

آنکھیں دیکھ رہی تھی۔ وہ گہری تھیں۔ معائنہ و مشاہدہ کرتی، پرکھتی، جانچتی آنکھیں.....

"آپ سے ایک بات کرنی تھی۔" اس نے اسے بیٹھنے کو نہیں کہا۔ وہ منتظر سا کھڑا رہا۔

"جی کہیے۔"

"آپ کے پرانے باس..... فیضان صاحب..... رضوان کے بھائی، اُن کے بارے میں کچھ بات کرنا تھی۔"

"جی بتائیں۔" فائز کے چہرے کے تاثرات تبدیل نہیں ہوئے، وہ سنجیدگی سے اور دھیان سے سننے لگا مگر اس کی آنکھوں کے microexpressions ضرور بدلے تھے، وہ ذرا چوکنا ہوا تھا۔ آگہی کا عدسہ لگائے بغیر پارس کو شاید کبھی یہ expressions نظر نہ آتے۔

"آپ نے کہا تھا کہ آپ ان سے رابطہ کر سکتے ہیں۔ کیا آپ کر سکتے ہیں؟"

"جی، میرے پاس ان کا نمبر اور ای میل ایڈریس ہے مگر میں نہیں جانتا کہ میرے پیغام کو وہ سنجیدگی سے لیں گے یا نہیں۔"

"ضرور لیں گے اگر وہ پیغام پارس رضوان حیات کی طرف سے ہو۔" وہ تلخی سے مسکرائی۔ نگاہیں ایک پل کے لیے بھی فائز کے چہرے سے نہیں ہٹائی تھیں۔

"میں اپنی پوری کوشش کروں گا، البتہ آپ پراپر چینل کے تحت، مطلب ان کی سیکریٹری کے ذریعے بھی پیغام پہنچا سکتی ہیں تو پھر میں کیوں؟" وہ ذرا سا الجھ کر بولا۔ یہ فائز حسن کی الجھن تھی، ایک اونی ملازم کی مالک کے اس اہمیت دیے پر ظاہر کی جانے والی الجھن..... البتہ فیضان حیات کی آنکھوں میں کوئی الجھن نہ تھی، بس وہ غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیونکہ مجھے آپ پر بھروسا ہے۔"

"جھینگس میم! کیا کہتا ہے اُن سے؟"

"کل رات ہمارے ہوٹل کی اینورسری ہے، ان سے کہیے کہ وہ انوائٹڈ ہیں، مسز سویرا کے ساتھ ان کی شرکت بھی میرے لیے ضروری ہے اور میں امید کرتی ہوں کہ کل کی پارٹی میں وہ ضرور آئیں گے۔"

"شیور میم! میں کہہ دوں گا۔ کیا آپ ان کو انوی ٹیشن کارڈ بھی بھجوائیں گی؟"

"یہ میرا مسئلہ ہے فائز صاحب، آپ اس کی فکر نہ کریں۔ جو میں نے کہا ہے بس وہ کریں۔" پارس ذرا سا مسکرائی۔

فائز خاموش ہو گیا پھر سر کو خم دیا اور واپس پلٹ گیا۔

پارس نے نگاہیں واپس چہرے پر مرکوز کر دیں۔ سفید فالس سیلنگ کی اسپاٹ لائٹس جگمگا رہی تھیں۔ اس کی نظریں روشنی کے ایک گولے سے دوسرے پر پھسلتی گئیں، آنکھیں چندھیانے لگیں۔ جیسے بہت سے چاند سفید چادر میں پھیلا دیے گئے ہوں۔ چاندنی ہی چاندنی ہر سو بکھرنے لگی..... جب وہ چونکی تو سیاہ آسمان پر بس ایک ہی چاند نظر آ رہا تھا۔ گول مٹکا کی طرح کا چاند.....

وہ ٹیرس کی ریلنگ پر ہاتھ رکھے کھڑی، گردن اٹھا کر چاند کو دیکھ رہی تھی۔ شال کندھوں کے گرد سختی سے لپیٹے، نیچے اوور کوٹ، بند بوٹ، البتہ بال کھلے تھے۔ رضوان کو اس کے کھلے بال اچھے لگتے تھے اور اسے رضوان ہی بہت اچھے لگتے تھے۔

آہٹ پر بے اختیار پارس نے گردن موڑی۔ رضوان خاموشی سے آ کر کرسی پر بیٹھ گئے تھے۔ یہ ان کے بیڈ روم کے سامنے کا ٹیرس تھا جہاں روز دو تک پھیلے مری کے پہاڑ نظر آتے تھے۔

"کیا ہوا؟" اس نے تشویش سے اُن کا چہرہ دیکھا۔ وہ فکر مند نظر آ رہے تھے۔

"کچھ نہیں۔" انہوں نے زبردستی مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔ پارس ان کے ساتھ کرسی پر آ بیٹھی۔

"چھپانا چاہیں تو میں آپ کی پرائیویسی کا احترام کروں گی لیکن اگر بتانا چاہیں تو میں آپ کے اعتبار پر اچھا محسوس کروں گی۔"

رضوان نے گہری سانس لے کر کہنا شروع کیا۔

"میں نے فیضی اور سویرا کو اپنی شادی کا بتا دیا ہے۔"

ٹیرس پر خاموشی چھا گئی۔ صرف چاند کی چاندنی پھیلتی رہی۔

"تو انہوں نے کیا کہا؟"

"سویرا بہت غصہ ہوئی، ناراض ہوئی، رونے بھی لگ گئی۔ اور فون ٹھک سے بند کر دیا۔"

"مگر آپ کو اس بات نے پریشان نہیں کیا۔ آپ وہ بتائیں جس پر آپ اپ سیٹ ہیں۔" وہ غور سے ان کو دیکھ رہی تھی۔ اتنے دنوں میں اتنا تو سمجھنے لگ گئی تھی وہ انہیں۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو، میں سویرا کی عادت کا عادی ہوں۔"

"مگر..... فیضی..... اس کی وجہ سے اپ سیٹ ہیں ناں آپ؟" وہ ان کے ایک، ایک تاثر کو نوٹ کر رہی تھی۔

"ہاں۔" انہوں نے تسلیم کر لیا۔ وہ اس کو دیکھ بھی نہیں رہے تھے، بس ٹیرس کی ریلنگ سے اوپر دیکھ رہے تھے۔

"کیا کہا اس نے؟ اونچا بولا، غصہ کیا، ناراضی ظاہر کی، مجھے چھوڑنے کا حکم..... کیا کہا اس نے؟" وہ ان سے بولی۔

"کچھ بھی نہیں..... بس ہلکا سا گلہ کیا جو بجا تھا اور کچھ نہیں کہا اس نے جیسے وہ بہت ہرٹ ہے۔"

"آپ کیوں دل پہ لے رہے ہیں؟ اگر وہ اس سب میں شامل نہ ہوتا تو آپ کی شادی کب کی ندا سے ہو گئی ہوتی۔ اگر آپ کا گھر نہیں بسا تو اس کی وجہ وہ لوگ ہیں۔ اب اگر بس گیا ہے تو بھی وہ ناراض ہیں۔" وہ بے دبے غصے سے کہنے لگی۔

"وہ ناراض نہیں ہے، وہ ہرٹ ہوا ہے۔ مجھے اسے بتا دینا چاہیے تھا۔" وہ پشیمان نظر آ رہے تھے۔

"تاکہ وہ فوراً یہاں آ جاتا اور ہر ممکن طور پر آپ کو مجھ سے دور کرنے کی کوشش کرتا۔ نتیجتاً آپ پھر اکیلے ہوتے۔ کیا یہ ٹھیک ہوتا؟"

"پارس! وہ میرا بھائی ہے، میرے بیٹوں جیسا ہے۔ میں اسے جانتا ہوں وہ مجھ سے محبت کرتا ہے بھی ہرٹ ہوا ہے۔"

"وہ آپ کا بھائی ہے، بیٹوں جیسا ہے اور میں اسے نہیں جانتی۔ مگر مجھے نہیں لگتا کہ اسے بھی آپ سے اتنی محبت ہو گی جتنی آپ کو اس سے ہے۔ اسے آپ کی ضرورت ہے اور وہ زیادہ عرصے آپ سے ناراض نہیں رہ سکے گا۔"

وہ تھکاوٹ سے مسکرائے اور پہلی بار اسے دیکھا۔

"تم اسے نہیں جانتیں۔ وہ سویرا جیسا نہیں ہے۔ اس میں اور سویرا میں بہت فرق ہے۔"

"وہ دونوں ایک ہی جیسے ہیں۔ شکیل اور امی جیسے۔ ہمارے رشتے آپس میں جڑواں ہیں رضوان۔"

"پارس اگر میں تمہیں کہوں کہ تمہارا کزن شجاع بھی تمہاری ماں اور بھائی جیسا ہی ہے، اسے بھی تمہاری ضرورت تھی اور وہ اس لیے دور چلا گیا کہ اسے تم سے بہتر ضرورت پوری کرنے والا مل گیا ہو گا تو تمہیں کیسا لگے گا؟"

پارس بالکل چپ ہو گئی۔ اسے واضح برا لگا تھا۔

"آپ کو لگتا ہے میرے دل میں اس کے لیے جگہ ہے؟"

"ہرگز نہیں، مگر تمہارا perception اس کے بارے میں اچھا ہے، تم اسے کبھی مفاد پرست نہیں سمجھ سکتیں لیکن اگر تم مجھ سے پوچھو تو وہ فیضی سے

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

زیادہ مفاد پرست ہے۔ اب تمہیں برا لگ رہا ہے۔ مجھے بھی ایسے ہی برا لگتا ہے۔ جب تم فیضی کو برا کہتی ہو۔" وہ غصہ نہیں ہو رہے تھے، بس دھیمے، تھکے ہوئے لہجے میں سمجھا رہے تھے۔

"آپ شجاع کا فیضان سے مقابلہ کیوں کر رہے ہیں؟ میرا شجاع سے کوئی رشتہ نہیں ہے مگر فیضان آپ کا بھائی ہے، ٹھیک ہے میں اسے برا نہیں کہوں، مگر میں یاد رکھوں گی کہ ہماری پہلی تلخ کلامی کی وجہ فیضان ہی تھا۔" وہ خفگی سے بولتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ "اور آپ اسے یہ بھی بتا دیں کہ آپ نے ہوٹل میرے نام کر دیا ہے اور جب وہ بھڑکے تو فوراً سے ہوٹل... واپس لے لیں کیونکہ مجھے آپ بھائیوں کے درمیان کی دیوار نہیں بننا۔ مجھے ہوٹل نہیں چاہیے۔" وہ تیزی سے اندر کی طرف مڑ گئی۔

"پارس!" رضوان نے پژمردگی سے اسے پکارا۔ شاید چاند نے بھی پکارا مگر اس نے نہیں سنا۔ چاند کی گول ٹکی تنہا رہ گئی اور پھر اس کی چاندنی پھیلتی گئی۔ یہاں تک کہ سیاہ آسمان سفید ہو گیا اور بہت سے چاند اس پر بکھرتے گئے، اسپاٹ لائٹس ہنوز جگمگا رہی تھیں۔

پارس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے چہرے پر بے پناہ حزن بکھرا تھا۔ دفعتاً اس کے موبائل کی بیپ بجی..... وہ کسلمندی سے سیدھی ہوئی اور فون دیکھا۔ آنے والا پیغام..... پڑھ کر وہ چونکی۔

"میں آپ کے اوپن ائر کیفے میں آپ کا انتظار کر رہا ہوں اور یہ پیغام بھیج کر فون بند کر رہا ہوں۔ فوراً مجھ سے ملیں، مجھے کچھ بات کرنی ہے شجاع۔"

اس کی بھویں پُرسوچ انداز میں بھنچ گئیں۔ چند لمحے جیسے اس نے غور کیا پھر سامنے اسٹینڈ میں رکھے دعوت ناموں میں سے ایک اٹھایا۔ اس پر شجاع کا نام تحریر کیا اور پرس سنبھال کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ ایک بات اسے بھی کرنی تھی۔

☆☆☆

رائل ہوٹل کے صلہ ریسٹورنٹ کے سامنے کھلا ٹیرس تھا جس میں اوپن ائر کیفے بنا تھا۔ ریلنگ کے ساتھ رکھی میز کرسیاں اور چند ایک ٹہلتے لوگ..... وہاں کھڑے ہو کر دیکھو تو دور دور تک پہاڑیاں دکھائی دیتی تھیں..... سرما میں یہاں سب برف سے ڈھکا ہوتا تھا اور گرما میں سبزے سے ان پہاڑوں کے لیے زندگی کے دو ہی رنگ تھے۔ سفید اور سبز اور دونوں مبارک تھے۔

شجاع ایک کرسی میز کے ساتھ ریلنگ پہ ہاتھ رکھے، جھکا کھڑا دور پھیلے مناظر کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی گلاسز سے جھلکتی آنکھوں میں گہری سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔ فیصلہ کن سوچ قطعی انداز.....

آہٹ پہ اس نے گردن موڑی، پارس کرسی پر بیٹھ رہی تھی۔ وہی شاہانہ انداز، ٹانگ پہ ٹانگ رکھی، پرس نزاکت سے میز پر رکھا اور ایک کارڈ دونوں ہاتھوں میں پکڑے ہوئے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

"میں جانتا تھا تم ضرور آؤ گی؟" شجاع مسکرا کر سیدھا ہوا۔

"مجھے آنا تھا کیونکہ مجھے بھی تم سے کچھ بات کرنی تھی۔ اگر نہ کرنی ہوتی تو شاید اس وقت تم مجھے یہاں نہ دیکھتے۔" وہ ذرا سا مسکرا کر بولی اس کی آنکھیں البتہ نہیں مسکرائی تھیں۔

"پہلے تم کہو....." وہ سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھا۔

"شیور....." پارس نے ذرا سے شانے اچکائے۔ جیسے اسے واقعی صرف اپنی کہنے سے غرض ہو۔ "کل رات ہمارے ہوٹل کی اینورسری کا فنکشن ہے۔ مجھے لگا مجھے تمہیں بھی انوائٹ کرنا چاہیے۔" ساتھ ہی کارڈ میز کے عین وسط میں رکھا۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھے بلایا۔" شجاع نے مسکرا کر سر کو خم دیا۔

چند لمحے خاموشی چھائی رہی پھر پارس بولی۔

"اگر تم نے کچھ کہنا ہے تو کہو کیونکہ میرا شیڈول آج بہت ٹائٹ ہے۔"

"تم مجھ سے کیوں بھاگتی ہو پارس؟"

"بھاگنے کا رواج تمہارے یہاں ہے، میرے ہاں نہیں۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پورے اعتماد سے بولی۔

"مگر تم مجھے avoid کر رہی ہو، جب سے میں آیا ہوں تم مجھ سے ٹھیک سے ملی تک نہیں ہو، ہم نے ایک دفعہ بھی ساتھ بیٹھ کر اچھے ماحول میں بات نہیں کی۔"

"اور ہم ساتھ بیٹھ کر اچھے ماحول میں باتیں کیوں کریں؟ مثلاً تم میرے کیا ہو جو اتنا کچھ ایکسپیکٹ کر رہے ہو؟"

"میں تمہارا کزن ہوں، تمہارا منگیتر تھا اور ہمیشہ تمہاری زندگی میں ایک نہ بھولے جانے والے شخص کی طرح رہوں گا۔" وہ جیسے غصے میں آ گیا۔ اپنی ناقدری کا غصہ یا شاید اس کی بے اعتنائی کا۔

"کزن کا تعلق قسمت نے بنایا، منگیتر کا مبہم اور غیر یقینی رشتہ..... چند ایک بار کے کہے گئے تمہارے اور میرے والدین کے الفاظ کی وجہ سے کچھ عرصہ قائم رہا اور رہی یہ بات کہ میں کبھی تمہیں بھول نہیں پاؤں گی تو یہ بھی درست ہے، میں تمہیں بھلانا ہی نہیں چاہتی شجاع کیونکہ تم میری زندگی میں اتنے اہم نہیں ہو کہ مجھے تمہاری یاد اتنی ستائے کہ میں تمہیں بھولنے کی خواہش کروں۔"

"ٹھیک ہے، تمہاری ساری باتیں درست، میں ہمیشہ سے غلط تھا، میں نے تمہاری پروا نہیں کی، تمہیں ڈھونڈ نہیں سکا یا پھر یوں کہنا چاہیے کہ میں نے بہت دیر کر دی لیکن کیا تم اس بات سے انکار کر سکتی ہو کہ میں نے جو بھی کیا اپنے اور تمہارے لیے کیا؟"

پارس خاموش تھی، وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"کیا تم اس بات کو جھٹلا سکتی ہو کہ جب تک ہم ساتھ تھے، میں نے تمہارے ساتھ کبھی دھوکا نہیں کیا، تمہیں استعمال نہیں کیا، تمہارا استحصال نہیں کیا، کیا تم مجھے بھی شکیل یا تائی کی طرح کا لالچی سمجھتی ہو؟ کیا تم ایسا سمجھ سکتی ہو؟"

چند ساعتیں اس میز پر اتنی خاموشی چھائی رہی کہ پارس کے سانس لینے کی آواز بھی شجاع کو سنائی دی پھر وہ دھیرے سے بولی۔

"میں جانتی ہوں کہ تم ایسے نہیں ہو۔"

شجاع کی آنکھوں میں مدھم سا تاثر جاگا حیرانی، خوشی، تشکر۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم نے ایسے سمجھا۔"

"مگر ہمارے راستے الگ ہیں شجاع اور میں نہیں چاہتی کہ تم مزید میرا راستہ کاٹو۔"

"میں تمہارا راستہ کاٹنے والا نہیں، اس پہ تمہارے ساتھ چلنے والا بننا چاہتا ہوں۔" وہ آہستہ سے بولا، نگاہ پارس کی آنکھوں سے نہ ہٹائی۔ ان میں... بے اختیار اضطراب در آیا۔ اس نے ساتھ ہی پہلو بدلا۔ وہ غیر آرام دہ ہوئی تھی۔

"شجاع....."

"پلیز بات مت بدلنا۔ مجھے کہنے دو جو میں کہنا چاہتا ہوں۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر پارس کو روکا۔ "مجھے بتانے دو کہ میں تمہارے لیے واپس آیا ہوں، قدرت کو ہمارا ملنا منظور تھا۔ اس لیے اس نے ہمیں ملوا دیا۔ رضوان حیات بہت اچھے سہی مگر وہ تمہارے لیے وہ نہیں ہو سکتے جو میں تمہارے لیے تھا اور اب وہ نہیں ہیں، تمہیں ان کے دکھ سے باہر آنے میں وقت لگے گا، جتنا چاہے وقت لے لو مگر مجھے اجازت دو کہ میں تمہارا انتظار کر سکوں۔ میں آج بھی تمہارے لیے وہی ہوں پارو..... جگہ صرف تم نے بدلی ہے۔"

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

پارس کی آنکھوں میں گلابی پن جھلکنے لگا۔ اس نے اضطراب سے پہلو بدلا۔ سخی تھپکی گہری سانس اندر کو اتاری، شجاع اس کی ایک، ایک حرکت کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟"

"وہی جو ہمیشہ سے چاہتا تھا، تمہاری اور میری شادی۔"

"اگر تم حقیقت جان لو تو کبھی اس کی خواہش نہ کرو۔" وہ مدھم سا بولی، اتنا مدھم کہ بہ مشکل آواز نے لبوں سے خود کو آزاد کیا۔

"کس کی حقیقت.....؟"

"میری..... اور وہ جو میں کر چکی ہوں کیا تم نے نہیں سنا کہ میں بیوہ ہو چکی ہوں؟" وہ مضطرب سی کہہ رہی تھی جیسے بس کہنے کو بے تاب ہو..... جب وہ اس کرسی پر بیٹھی تھی تو یکسر مختلف اور پُر اعتماد لگی تھی مگر اب وہ اعتماد پھسل رہا تھا۔

"ہاں میں جانتا ہوں رضوان صاحب کے بارے میں کہ وہ میز حیوں سے گر کر....."

"وہ حادثہ نہیں تھا۔" وہ میز پر ہاتھ رکھ کر آگے ہو کر اتنی تکلیف سے شجاع کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی کہ وہ اپنی بات بھول گیا۔

"اگر میں تمہیں کہوں کہ اُن کو میں نے..... میں نے دھکا دیا تھا، تب.....؟ تم تب بھی مجھ سے شادی کرو گے؟"

شجاع نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم ایسا نہیں کر سکتیں اور تم ایسا کیوں کرو گی؟"

"کیونکہ وہ اپنا یہ ہوٹل اپنے بھائی کے نام کر رہے تھے اور میرے پاس ان کو اس کام سے روکنے کا کوئی طریقہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ میں ان کی..... ان کی جان لے لوں....." وہ دبے دبے لفظوں میں جیسے غرائی۔" میں نے ان سے شادی روپے، پیسے کے لیے نہیں کی تھی مگر تم نہیں سمجھ سکتے ان کے بہن، بھائی ان کو کس طرح لوٹ رہے تھے میرے پاس ہوٹل کو بچانے کے لیے یہ واحد راستہ تھا، کیا میں نے غلط کیا؟"

شجاع دم بخود بیٹھا رہا..... دھماکوں کی زد میں زلزلوں کا شکار..... بہ مشکل بڑی دیر بعد اس نے زبان سا سر جھٹکا۔

"میں نہیں یقین کر سکتا کہ تم ایسا کر سکتی ہو۔"

"مگر میں نے کیا، میں نے خود ان کے ساتھ یہ سب کیا مگر مجھے افسوس ہے، ندامت ہے، پچھتاوا ہے، میں ایسا نہیں کرنا چاہتی تھی، بس مجھ سے ہو گیا۔" وہ بے بسی سے لب کاٹتی، مٹھیاں بھینچتی کہہ رہی تھی۔

"پارس..... پارس تم..... تم نے جان بوجھ کر کچھ بھی نہیں کیا، تم اتنے اچھے دل کی ہو کہ یوں کسی کی جان سرد مہری سے نہیں لے سکتیں۔ مجھے یقین ہے کہ اس وقت حالات ایسے بن گئے ہوں گے کہ تم سے سب ہو گیا۔" وہ آگے کو ہوا جیسے تسلی دینے لگا۔ جیسے اسے خود بھی سمجھ نہ آ رہی ہو کہ وہ اس لڑکی کو اذیت سے کیسے نکالے۔

پارس نے اضطراری کیفیت میں لبوں کو چھوا پھر بال پیچھے کیے، اس کے ہاتھ ہولے، ہولے کپکپا رہے تھے۔ آنکھوں کا گلابی پن اب نمی سے لبریز ہو رہا تھا۔

"وہ بہت اچھے تھے شجاع، بہت مہربان، بہت نرم دل، میں انہیں مارنا نہیں چاہتی تھی مجھ سے..... بس یہ ہو گیا....." وہ آنسو ٹوٹ کر اس کے گالوں پر بہنے لگے۔ اس نے بے دردی سے رخسار رگڑے۔

"پلیز تم..... کسی کو مت کہنا کہ میں نے..... پلیز....." اس کی آنکھوں میں التجا در آئی۔ شجاع نے بے اختیار نفی میں سر ہلایا۔

"کبھی نہیں..... جو ہو گیا اسے بھول جاؤ اور جاؤ یہ بات خود سے بھی نہ کرنا، ٹھیک؟" اس نے اس سے کہتے ہوئے نشو اس کی جانب بڑھایا۔ اس نے نشو لے کر آنکھوں کے کنارے صاف کیے گہری، گہری سانس لے کر خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کی۔

"اس دن..... کیا ہوا تھا کہ تم نے یہ سب؟" شجاع نے دھیرے سے یہ الفاظ ادا کیے۔ اس نے اس کے چہرے کو دیکھا پھر اس کے لبوں کو جہاں سے یہ الفاظ نکلے تھے، آواز کی لہریں جو لبوں سے ٹوٹ کر ہوا میں بکھریں اور ہر حرف الگ سمت کو اڑنے لگا، یوں نرمی سے جیسے پانی پہ بہتا پتا۔ دھیرے دھیرے..... نرم نرم سا..... اس نے اڑتے حروف کو پکڑنا چاہا تو وہ دور بھاگتے گئے، حالانکہ وہ کہ موسم کے رنگ پرانے ہونے لگے۔ ہر پل گزرتا گیا۔ بہار جیسی ہوا سرد خنکی میں بدل گئی۔

پارس نے خاموش نظروں سے سامنے کھڑے رضوان حیات کو دیکھا جو کچھ کہنے کے لیے الفاظ تلاش کر رہے تھے۔

"کیا آپ فیضان سے بات کر رہے تھے؟" اس نے گفتگو کا آغاز کیا گویا اُن کی مشکل آسان کی۔

"ہوں..... میں اسے ہوٹل کا بتا رہا تھا۔"

"پھر ہوٹل پہ" وہ چونکی مگر ظاہر نہیں کیا۔

"کیا کہہ رہا تھا؟"

"اسے اچھا نہیں لگا۔" کہتے ہوئے وہ سامنے صوفے پر بیٹھے، ٹانگ پر ٹانگ رکھی، کہنی آرم ریسٹ پہ گردن سیدھی تنی ہوئی۔ پارس نے لاشعوری طور پر کمر سیدھی کی، گردن تنی، کہنی صوفے کے ہتھے پر جمائی۔

"تو پھر آپ یہ فیصلہ واپس لے لیں۔"

"پارس..... مجھے پتا ہے مجھے ہوٹل کس کو دینا

ماہنامہ جاسوسی ڈائجسٹ
جنوری 2014ء
گلابوں اور جاڑوں کا موسم
سال نو کے پہلے شمارے کی تکمیلیں
بطلی سوغات ● خواب دیکھنا..... خوابوں کو سوچنا اور خوابوں سے کنارہ کشی موت ہے ایک پراسرار کہانی کی انہونیاں کاشف زبیر کی جادو انیاں
گرداب ● واقعات کے گرداب میں گرفتار کرداروں کا پیچیدہ انجام اسماء قادری کا سلسلہ
جواری ● احمد اقبال کے شہرہ آفاق قلم سے ایک جواری کے کھیلے گئے نئے انداز
دھبے والے لمحات ● مغرب کی تہذیب سے متاثر ماحول کی وہ کالی صبح اور عبرت کی ناقابل فراموش کہانیاں
سردیوں کی کہانیاں
بطلی کہانی ● زندگی کے پہلے شناسائی کی نذر ہو جانے والی زن مرید و داستان
دوسری کہانی ● صبح کے لبھاوں میں کھو جانے والے لمحوں کی خوبصورت رومانٹک رومانوی داستان
دلچسپ باتیں... کہانیاں...

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

ہے، اس لیے ہم دوبارہ اس ٹاپک پہ بات نہیں کریں گے۔"

"مجھے لگتا ہے آپ کے بہن، بھائی مجھ سے نفرت کرنے لگیں گے۔ اس طرح تو ہماری شادی کبھی قبول نہیں کی جائے گی۔"

"پارس..... زندگی کبھی شہد اور مکھن نہیں ہوتی، حالات ہر روز نئے ہوتے ہیں، قطار میں ایک جیسے دن رات کبھی نہیں آتے۔" وہ اسے سمجھا رہے تھے۔

"میں گھبرا نہیں رہی، نہ ہی میں آپ سے شادی کر کے پچھتا رہی ہوں کیونکہ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔" اس نے جیسے بے بسی سے بتانا چاہا۔ "میں صرف آپ کے اور آپ کے بہن، بھائی کے درمیان نہیں آنا چاہتی۔ جب میں ان کے خلاف بات کرتی ہوں تو آپ کو برا لگتا ہے، اس لیے میں انہیں اپنے اور آپ کے بیچ کی دیوار نہیں بنانا چاہتی۔"

"اور میں چاہتا ہوں کہ تم ان کی طرف سے اپنا دل صاف کر لو۔ کم سے کم فیضان کی طرف سے۔"

"رضوان، میرا دل اگر میلا ہوا ہے تو انہی باتوں کی وجہ سے ہوا ہے جو آپ مجھے بتایا کرتے تھے..... مجھے لگا وہ لوگ بے حس ہیں مگر آپ کو اس سب کے باوجود وہ بے حس نہیں لگتے اور فیضان تو بالکل بھی نہیں، رضوان میری اور آپ کی ایک ہی حالت تھی۔ ہم دونوں کو ہمارے رشتے ایکسپلائٹ کرتے تھے۔ میں ان کی حقیقت جانتی تھی مگر میرے اندر ان سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ نہیں تھا۔ آپ کے پاس حوصلہ، اعتماد، سب ہے مگر آپ ان کی حقیقت ماننے کو تیار نہیں ہیں۔" وہ جیسے ایک ہی بات کہہ، کہہ کر تھک گئی تھی۔

"وہ میرے خون کے رشتے ہیں، میرے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسرا آپشن بھی نہیں ہے کہ..... درگزر کر دوں پھر فیضان اور سویرا میں فرق ہے۔ فیضان مجھ سے واقعی محبت کرتا ہے۔"

"کرتا ہوگا مگر وہ موقع ملنے پر آپ کو betray ضرور کرے گا۔ اس میں اور شکیل میں کوئی فرق نہیں ہے رضوان۔"

"کیا ہم کوئی اور بات نہیں کر سکتے؟" وہ جیسے تھک کر بولے۔ پارس نے ذرا سے شانے اچکائے۔

"آپ ٹھوکر کھا کر سنبھلیں گے، اس لیے میرا کہنا بیکار ہے، بس اب ہم اس ٹاپک پر کوئی بات نہیں کریں گے۔" ذرا سے توقف کے بعد وہ مسکرائی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ "کافی پئیں گے؟"

"ضرور....." وہ تھکان سے مسکرائے اور سر ہلایا۔ ان کے ہونٹوں سے نکلنے والے لفظ کے چاروں حروف کمپاس کی چاروں سمتوں کو اڑنے لگے۔ یہاں تک کہ انہوں نے کرۂ ارض کا احاطہ کر لیا اور پھر اس سے بھی دور نکلتے گئے۔ روشنی کی رفتار سے بھی تیز..... کہ لمحوں میں مہینوں کا فاصلہ طے کر لیا..... سفید چادر چٹخ گئی اور پہاڑوں پہ سبزہ لہلہانے لگا۔

"میں یاد نہیں کرنا چاہتی۔" پارس نے ٹشو سے آنکھ کا کونا رگڑا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میرا راز رکھ لینا شجاع..... اس سے زیادہ میں تم سے کچھ توقع نہیں کرتی۔" کہہ کر وہ پلٹی اور تیز قدموں سے اندر چلی گئی۔

شجاع تنہا بیٹھا رہ گیا۔

ملاقات ختم ہوئے پورا منٹ بھی نہیں گزرا تھا جب اس نے اپنے لباس کی اندرونی جیب سے ایک چھوٹا سا موبائل نکالا اور اسٹاپ کا بٹن دبا کر ریکارڈنگ بند کی۔ پھر ایک ایم ایم ایس تیار کیا، ریکارڈنگ اس میں ڈالی اور سویرا اسجد کے نام سے محفوظ کردہ نمبر پر بھیج دی۔

میسج کا مضمون یہ تھا۔

"آپ کے بھائی کے قتل کا معما بالآخر حل

ہوا۔ آپ کا ایک خیر خواہ....."

دس سیکنڈ بعد پیغام کی ڈلیوری رپورٹ موصول ہو گئی۔ اس کے چہرے پر بے اختیار مسکراہٹ در آئی۔

☆☆☆

میسج ٹون پہ سویرا نے ٹی وی پر سے نظر ہٹا کر میز پر رکھے موبائل کو دیکھا۔ اس میں ان کی پاکستانی نام تھی۔ جس کا نمبر پچھلے کئی سال سے ایک ہی تھا اور زیادہ لوگوں کے پاس نہیں تھا۔

انہوں نے ریموٹ رکھا اور موبائل اٹھایا۔ ایم ایم ایس موصول ہوا تھا، سویرا نے اسے کھولا، آڈیو فائل انہوں نے اسے پلے کیا۔

دو لوگوں کی گفتگو..... ایک پارس، دوسرا کوئی..... معلوم مرد..... شادی کی آفر کے جواب میں پارس کا کیا گیا اعترافِ جرم..... سویرا جیسے جیسے سنتی گئیں، حق بھی رہ گئیں۔

ریکارڈنگ ختم ہوئی تو انہوں نے بے اختیار اسے ری پلے کیا..... ایک، دو، تین، پورے چار بار انہوں نے گفتگو سنی گو کہ ان کو ہمیشہ سے پارس پر شک تھا مگر شک کی تصدیق ہمیشہ نئے سرے سے حیران کیا کرتی ہے، وہ دم بخود رہ گئی تھیں۔

ریکارڈنگ کے اثر سے وہ نکلیں تو بے اختیار فیضان کو فون ملایا۔

"فیضی..... فوراً میرے پاس آؤ، میرے پاس تمہیں دکھانے بلکہ سنانے کے لیے کچھ ہے۔" ملتے ہی انہوں نے کہا تھا۔

☆☆☆

پارس کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی تو ڈرائیور نے احترام سے دروازہ بند کیا اور خود آگے جا کر ٹیک وہیل سنبھالا۔ گاڑی کے انجن کی حرارت کے ساتھ ہی پارس نے فون پر ایک نمبر ملایا اور موبائل کان سے لگایا۔

"احسان صاحب..... مجھے کل کی پارٹی کے حوالے سے بات کرنی تھی۔"

"جی کہیے میم....."

"مجھے کچھ تبدیلی کرنی ہے فارمیٹ میں۔"

"میں سن رہا ہوں بتائیں۔"

پارس نے کہنا شروع کیا۔ اس نے ابھی تین فقرے ہی بولے تھے کہ ڈرائیور نے بے اختیار بیک ویو مرر میں اسے دیکھا۔ حیرانی اور اچنبھے سے۔ وہ بولتی گئی اور ڈرائیور بار بار اسے دیکھتا گیا۔

"آر یو شیور میڈم کہ یہ ایک اچھا آئیڈیا ہے؟" اس کی بات ختم ہوئی تو بہت دیر بعد احسان صاحب بول پائے۔

"مجھے نہیں یاد اگر میں نے اظہارِ رائے کی درخواست کی تھی۔ میں نے صرف عمل درآمد کا کہا تھا۔ خدا حافظ۔" اس نے موبائل رکھا اور کھڑکی کے پار دیکھنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں سوچ کی گہری پرچھائیاں تھیں۔

☆☆☆

سویرا نے اسٹاپ کا بٹن دبا کر ریکارڈنگ بند کی۔ پھر سامنے بیٹھے فیضان کو دیکھا..... وہ بالکل چپ ہو گیا تھا۔

"یہ بھیجی کس نے ہے؟" وہ آنکھیں سکیڑ کر آپا کو دیکھتا پوچھنے لگا۔

"جس نے بھی بھیجی ہو، ہمیں کیا..... تم یہ تو دیکھو کہ ہمارے ہاتھ پارس کے خلاف اتنا بڑا ثبوت لگ گیا ہے۔" آپا جیسے اس کے سوال پر بدمزہ ہوئیں۔

"اونہوں..... اب سب سے اہم بات ہے کہ یہ کس نے بھیجی ہے؟ مجھے یہ ٹیلی فون کال نہیں لگ رہی ہے، سامنے بیٹھ کر بات کی گئی ہے مگر ان دونوں کے اتنے قریب کون ہو سکتا ہے جو ان کی گفتگو ریکارڈ کرے؟" وہ پُرسوچ انداز میں کہہ رہا تھا۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"فیضی، جو بھی ہو، ہمیں کیا.....؟"

"نہیں، یہ کون ہے جو ہمارا اتنا ہمدرد ہے کہ ہماری یوں مدد کرے؟ اس کا کیا مقصد ہے؟"

"وہ صرف ہماری مدد کرنا چاہ رہا ہوگا۔"

"مگر کیوں.....؟ اس کا اس میں کیا فائدہ؟ یہاں بنا مفاد کے کوئی کچھ نہیں کرتا۔"

سویرا آپا کو اب غصہ آنے لگا۔ وہ کچھ اور بات کر رہی تھیں اور فیضان کچھ اور کہہ رہا تھا۔

"فیضی، تمہیں اس سے فرق نہیں پڑتا کہ پارس کیا کہہ رہی ہے تم بھیجنے والے کے پیچھے پڑ گئے ہو؟"

"فرق تب پڑے گا جب مجھے یقین ہو جائے گا کہ یہ اصلی ریکارڈنگ ہے۔" وہ بے پروا انداز میں کہتا صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھا جیسے اسے واقعی فرق نہ پڑتا ہو۔

"کیا؟ تمہیں یہ جعلی لگتی ہے؟" سویرا آپا کو شاک لگا۔

"میرا نہیں خیال کہ پارس نے بھائی جی کو قتل کیا ہے مگر بالفرض یہ آڈیو اصلی ہے، تب بھی کوئی اتنی آسانی سے ان کی گفتگو کیسے ریکارڈ کر سکتا ہے؟ سوائے اس کے کہ....." وہ جیسے خود بھی چونکا..... "یہ..... شاید شجاع نے کی ہو۔"

"کون شجاع.....؟" سویرا آپا بے اختیار آگے کو ہوئیں۔

"یہی جو اس میں بول رہا ہے، پارس کا کزن..... لیکن اس کو یہ ہمیں دے کر کیا فائدہ ہوگا؟ اسے تو پارس کو پروٹیکٹ کرنا چاہیے کیونکہ وہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہے، اس صورت میں وہ ساری دولت کا مالک بن جائے گا۔ وہ اپنے ہاتھ آیا پارس یوں کیوں گنوائے گا؟"

"بس فیضی.....!" سویرا آپا کا ضبط جواب دے گیا۔ "تم یہ بتاؤ کہ ہمیں اس آڈیو کا کیا کرنا ہے؟"

"ہوں....." اس نے جیسے سنا ہی نہیں۔ "شجاع ہی ہے، یہ بھی یقیناً ہم سے کچھ چاہتا ہے۔ بہرحال، اس آڈیو کو ہم ابھی سنبھال کر رکھیں گے، جائز وقت آنے پر استعمال کر سکیں۔"

سویرا آپا کے چہرے پر بدمزگی پھیلی۔ یہ ان کی توقع کے برخلاف تھا۔

"کیا ہم اس کو پارس کے حوالے نہ کریں۔ میرا مطلب ہے، ایک کاپی اس کو بھجوا نہ دیں تاکہ وہ جان لے کہ ہم اس کی حقیقت سے باخبر ہیں۔ اور....."

"آپا جو میں کہہ رہا ہوں، وہ کریں، بس۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں بولنے سے روک دیا۔ وہ بے بسی سے اسے دیکھتی رہ گئیں۔

"کم از کم کل رات کی پارٹی تک آپ کچھ نہ کریں۔"

"کیوں، کل کی پارٹی میں اہم کیا ہے؟"

"بظاہر کچھ بھی نہیں مگر میری gut feeling کہتی ہیں کہ کچھ ہونے والا ہے۔ آخر پارس نے فیضان حیات کو مدعو کیا ہے، اس کی کوئی وجہ ضرور ہے۔"

وہ اٹھا تو سویرا نے بے اختیار اسے سر اٹھا کر دیکھا۔

"تم کہاں چلے؟ کھانا کھا کر جاؤ۔"

"اونہوں! مجھے پارس کو کال کرنی ہے۔" وہ موبائل پر نمبر ملاتا باہر نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی سویرا نے اپنا فون اٹھایا اور ایک نمبر ڈائل کیا۔

"حکم کیجیے میڈم جی!" شکیل کا معنی خیز لہجہ۔۔۔ وہ سلگ گئیں مگر ضبط کر لیا۔

"تمہاری تیاری مکمل ہے؟"

"جی..... ایک دم مکمل..... مگر..... کیا کوئی نئی بات ہوئی ہے؟" ان کے لہجے سے جھلکتی پریشانی اسے پریشان کر گئی۔

"ہاں، ہمیں پارس کے خلاف کچھ ملا ہے۔"

"ہمیں.....؟"

"مطلب مجھے....."

"تو پھر؟ اسے نہیں مارنا؟"

سویرا نے ایک لمحہ، بس ایک لمحہ لیا سوچنے میں گزر گیا۔

"ہمارا پلان نہیں بدلے گا، وہ ویسے ہی آگے چلے گا جیسے ہم نے سوچا تھا۔" ان کا لہجہ فیصلہ کن تھا۔ شکیل سمجھ گیا۔

باہر لان میں کھڑا فیضان موبائل کان سے لگائے کہتا ہوا کہہ رہا تھا۔

"جی میم! میری ان سے بات ہو گئی تھی، آپ کا پیغام دے دیا ہے۔"

"گڈ..... انہوں نے آگے سے کیا کہا؟" پارس نے چند لمحوں کے توقف کے بعد پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں..... خاموش ہو گئے، مزید کچھ، میم؟" وہ تابعداری سے پوچھنے لگا۔

"مجھے اُن کا جواب مل گیا ہے، مزید کچھ نہیں چاہیے تھینک یو!" پارس نے کال کاٹ دی۔

فیضان نے آہستہ سے فون کان سے ہٹایا۔ وہ بے گہرے گھمبیر سے الجھا تھا۔

☆☆☆

فیروزہ مائی نے کمرے کے ادھ کھلے دروازے سے اندر جھانکا۔ بستر کی پائنتی پہ بیٹھا شکیل ٹوٹ کر رویا تھا۔ ماں کو آتے دیکھ کر جلدی، جلدی نوٹ سمیٹے اور والٹ میں ڈالے فیروزہ مشکوک نظروں سے دیکھتی اندر آئی۔

"اور تو کہتا ہے تیرے پاس پھوٹی کوڑی نہیں ہے۔"

"جھوٹ نہیں کہتا۔" اس نے بدمزہ ہو کر کہتے والٹ جیب میں ڈالا۔

"پھر یہ پیسے کہاں سے آئے؟"

"سویرا میڈم نے دیے ہیں۔"

کمرے میں بوجھل سی خاموشی چھا گئی۔ فیروزہ مائی کے چہرے پر محرمانہ اضطراب پھیل گیا۔

"تو..... واقعی پارو..... کو مارنے جا رہا ہے؟" اور کچھ فقرے فیروزہ مائی بھی ایک وقفہ میں ادا نہیں کر سکتی تھی۔

"میں نہیں، ہم۔" شکیل نے بغور اسے دیکھتے ہوئے پُرعزم انداز میں دُہرایا۔ "اور یاد رکھنا امی، اگر پھنسے تو دونوں پھنسیں گے۔"

"اللہ نہ کرے....." وہ دہل کر بولی۔

"تو بس فکر نہ کر اور دیکھتی جا کہ میں کیا کرتا ہوں۔" اس نے بے نیازی سے کہتے ہوئے بازوؤں کا تکیہ بنا کر بیڈ کراؤن سے سر ٹکایا۔

"وہ سویرا..... وہ مکر تو نہیں جائے گی کہیں؟"

"اس کی ایسی ہمت نہیں ہوگی۔ میں نے احتیاطاً اپنی اور اس کی ساری گفتگو ٹیپ کر رکھی ہے اگر اس نے مجھے ڈبل کراس کرنے کی کوشش کی تو ساری عمر بھگتے گی۔"

"مگر..... تو کیسے کرے گا..... یہ سب؟" وہ ابھی تک فکرمند تھی۔

"ششش..... دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں؟" اس نے ماں کو تنبیہ کی..... فیروزہ نے اِدھر اُدھر دیکھا اور خاموش ہو گئی۔

"بس تو کل شام کی پارٹی کا انتظار کر امی۔" وہ ٹیک لگائے چھت کو دیکھتا مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

فیروزہ مائی نے مسکرانے کی کوشش کی مگر اس کا چہرہ اندیشوں سے بھرا تھا۔

☆☆☆

رات آئی، گزر گئی..... سویرا آیا، اتر گیا اور پھر اگلی شام ڈوبنے لگی۔

اپنے چھوٹے سے بنگلے کے بالائی منزل کے کمرے میں کھڑے فائز نے آئینے کو دیکھتے ہوئے

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

سیاہ سوٹ کا آخری بٹن بند کیا، ٹائی کی ناٹ درست کی، بالوں کو آخری دفعہ برش کیا اور پرفیوم اٹھا کر گردن پر اسپرے کیا۔ محلول کے قطرے اڑے اور فضا میں بکھر گئے۔

اس نے چابی، موبائل اور والٹ اٹھایا، ایک نظر کھڑکی سے دکھائی دیتے پارس کے گھر پر ڈالی اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔

چند میل دور، شہر سے ذرا فاصلے پر واقع رضوان حیات کے بڑے سے گھر کے ڈرائیو وے میں سویرا گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ رہی تھیں۔ انہوں نے براؤن سلک کا نفیس لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ بال جوڑے میں باندھ رکھے تھے۔ چہرے پر عمر کے حساب سے میک اپ اور آنکھوں میں اعمال کے حساب سے اتری پریشانی واضح تھی۔

ڈرائیور نے کار کا دروازہ بند کیا اور اپنی جگہ سنبھالی۔

"ہوٹل جانا ہے۔" کروفر سے کہہ کر وہ کھڑکی کے باہر دیکھنے لگیں۔ ڈرائیور سر ہلا کر کار ریورس کرنے لگا۔

"میں اس پارٹی میں جا کر کیا کروں گی؟" پارس کے گھر میں کھڑی تیار ہوتی فیروزہ مائی نے... بددلی سے کہتے ہوئے شکیل کو دیکھا جو کوئی پانچویں بار ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑے ہو کر پیلی شرٹ کا کالر گہرے نیلے کوٹ کے اوپر ٹھیک کر رہا تھا۔

"کیوں امی.....؟ تو پڑھے لکھے لوگوں کی کمپنی میں خود کو غیر آرام دہ محسوس کرتی ہے؟" وہ ہنسا۔

"بکواس نہ کر، جلدی کر..... ٹائم ہونے والا ہے۔" اس نے گھڑی کو دیکھتے ہوئے کانوں کے پیچھے اڑسا دوپٹا مزید سختی سے اڑسا۔ "وہ میڈم صاحبہ بھی ہمارے ساتھ چلے گی یا ہم اکیلے جائیں گے؟" ساتھ ہی کھلے دروازے سے نظر آتی سیڑھیوں کو دیکھا۔

"ہمیں پہلے جانا چاہیے۔" شکیل کہتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ پہاڑ کی دوسری جانب سڑک پر ایک نیلی کار دوڑ رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا شجاع خاموش سا اسٹیئرنگ وہیل پر ہاتھ رکھے کار چلا رہا تھا۔ اس کی کار کا رخ رائل ہوٹل کی جانب تھا۔ وہ خاموش تھا مگر طمانیت کے احساس سے لبریز..... پارس کی باتیں اب بھی اس کے دماغ میں گھوم رہی تھیں۔

☆☆☆

ڈرائیور شکیل اور فیروزہ کو ہوٹل چھوڑ کر واپس آچکا تھا۔ جب وہ اپنے گھر کی سیڑھیاں اترتی دکھائی دی..... سیاہ ساڑی اور سیدھی مانگ نکال کر جوڑے میں بندھے بال، کانوں میں سلور کی بالیاں، گردن میں ہیروں کا نازک ہار..... وہ اونچی ہیل سے پُراعتماد قدم اٹھاتی لمبی گردن تنے، کار میں آکر بیٹھی۔

"رائل ہوٹل، میم؟" ڈرائیور نے کنفرم کرنے کو پوچھا۔

"نہیں..... تنویر صاحب کے گھر چلو۔" حکمیہ انداز میں کہہ کر اس نے رخ پھیر لیا۔ ڈرائیور نے حیرانی سے بیک ویو مرر میں اسے دیکھا پھر کار اسٹارٹ کی۔

وہ خاموش تھی، سارا راستہ خاموش ہی رہی، تنویر صاحب کا گھر بھی آبادی سے الگ تھلگ ایک سبز پہاڑی کے پُرپیچ راستوں کے اندر واقع تھا۔ یہ وہی گھر تھا جہاں چند روز قبل افضل بابا نے آکر شکیل کے عزائم کی خبر دی تھی۔

آج ان کا برآمدہ خالی تھا۔

"میں دس منٹ میں آرہی ہوں۔" کار رکتے ہی وہ تیزی سے نکلی اور اسی تیزی سے اندر داخل ہوئی۔ بنا رکے، بنا ٹھٹکے اس کے انداز میں مانوسیت تھی جیسے وہ اکثر یہاں یونہی بے دھڑک داخل ہو جاتی ہو۔ البتہ اس کی آنکھوں میں جارحیت تھی، دبا

دبا غصہ تھا وہ جیسے ان کو کنفرنٹ کرنے آئی تھی۔

وہ اسٹڈی میں آرم چیئر پر بیٹھے کوئی کتاب پڑھ رہے تھے، ان کی دروازے کی سمت پشت تھی، جب وہ اندر داخل ہوئی، چند لمحے چوکھٹ میں کھڑے ہو کر ابلتے غصے پر قابو پایا پھر تیز آواز میں بولی۔

"آپ جانتے تھے وہ میرا فنانشل ایڈوائزر..... فیضان ہے مگر آپ نے مجھے نہیں بتایا؟"

انہوں نے جواب نہیں دیا۔ جیسے سنا ہی نہ ہو۔

"آپ کو معلوم تھا کہ وہ فیضی ہے مگر سب کی طرح آپ نے بھی مجھ سے چھپایا۔ یہ مت کہیے گا کہ آپ کو علم نہیں تھا۔ میں مان ہی نہیں سکتی کہ وہ ایک مہینہ میرے ساتھ، میرے ارد گرد رہا ہو اور آپ جانتے نہ ہوں کہ وہ کون ہے؟"

انہوں نے ہنوز خاموشی برقرار رکھی۔ جیسے اس وقت اس کتاب سے زیادہ اہم کچھ نہ ہو۔ پارس کا غصہ تیز ہونے لگا۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں.....! آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ وہ فائز دراصل آپ کا بھائی ہے، رضوان؟" وہ اونچی آواز میں بولی تو... آرم چیئر پر بیٹھے رضوان حیات نے کتاب بند کی، عینک اتاری اور کرسی کا رخ پارس کی جانب موڑا۔ پھر اسے دیکھتے ہوئے دھیمے سے مسکرائے۔

"کیا ان سات ماہ میں تم یہ سمجھتی رہیں کہ میں فیضی کا امتحان لے رہا ہوں، پارس؟ اونہوں!" انہوں نے نفی میں سر کو جنبش دی۔

"میں تمہارا امتحان لے رہا تھا پارس۔"

پارس کے چہرے پر شاک ابھرا۔ بے یقینی، دھوکا دیا جانے کا احساس۔ اس نے بے اختیار چوکھٹ کو ہاتھ سے تھاما۔

"میرا..... میرا امتحان؟" وہ بنا پلک جھپکے ان کو دیکھ رہی تھی۔

"مگر..... آپ نے کہا تھا کہ آپ یہ سب اس لیے کر رہے ہیں کہ..... کہ....." وہ رک گئی۔ ادھوری باتیں سمجھ آنے لگی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں اتری بے یقینی، صدمے میں بدلنے لگی۔

"فیضان..... فیضان یہاں کیوں آیا ہے، رضوان؟"

وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور چھوٹے، چھوٹے قدم اٹھاتے اس کے عین سامنے آکھڑے ہوئے۔ اسٹڈی میں صرف ایک بتی اور ایک ٹیبل لیمپ کی روشنی پھیلی تھی۔ ان دونوں کے چہرے اسی روشنی میں آدھے تاریک، آدھے روشن تھے۔

"وہ تمہاری جان لینے آیا ہے۔"

پارس کی آنکھوں کی پتلیاں بے یقینی سے پھیل گئیں۔

"میں جانتی تھی۔ وہ کسی کی بھی جان لے سکتا ہے۔ میں نے اس رات بھی آپ سے یہی کہا تھا۔"

اس کے لبوں سے نکلے الفاظ ٹوٹ کر فضا میں بکھرتے گئے۔ ہر حرف کے ساتھ رنگ تھے۔ صوتی قوسِ قزح اور..... رنگین کمان دھیرے، دھیرے اسٹڈی کی ہر بتی پہ چھانے لگی۔ بلیک اینڈ وائٹ اسٹڈی میں رنگ بھرنے لگے۔ گہرے سے ہلکے تک کا سفر اور ہلکے سے گہرے تک کی مسافت، سب آپس میں گڈمڈ ہونے لگے، یہاں تک کہ حال، ماضی بن گیا اور..... ماضی، حال میں تبدیل ہوتا گیا۔

☆☆☆

وہ دوپہر سفید تھی۔ سرما کے مری کی پہلی سفید دوپہر اسے یاد نہیں تھا کہ اس سے قبل اس سرما برف پڑی تھی کہ نہیں مگر اسے اتنا یقین تھا کہ اس سے زیادہ حسین برف ملکۂ کوہسار میں کبھی نہیں پڑی ہوگی۔

وہ ہوٹل کے ریسٹورنٹ کے باہر اوپن ائر کیفے میں ایک کرسی پر بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھیں دور دکھائی

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

دیتے... سفید پہاڑوں پہ جمی تھیں۔ ایک رات کی برفباری نے ان کو بوڑھا کر دیا تھا۔ اس نے سوچا اور لبوں پہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ کھلے بال شانوں پر ڈالے وہ بہت وقار سے ایک بازو کرسی کے ہتھے پر جمائے بیٹھی تھی۔ اس کا ہر انداز اندرونی خوشی کا غماز تھا یا شاید خوشی سے زیادہ یہ اطمینان تھا جو اس کے رگ و پے سے جھلک رہا تھا۔

"مسز رضوان!" یاور دی ویٹر اس کے قریب آ کر جھکا، وہ ذرا سی چونکی۔ پھر رسمی سا مسکرائی اور استفسار سے ابرو اٹھائی۔

"آپ کے لیے ایک کال ہے۔" ساتھ ہی کارڈلیس فون اس کی جانب بڑھایا۔

"رضوان ہیں؟ وہ فارغ ہو گئے؟" فون پکڑتے ہوئے اس نے گردن اونچی کر کے دور نظر آتے ایڈمن بلاک کو دیکھا جہاں رضوان میٹنگ میں مصروف تھے۔

"نہیں، کوئی خاتون ہیں۔" وہ ہلکا سا جھکی، پھر اپنبھے سے ہیلو کہتے ہوئے فون کان سے لگایا۔ ویٹر جھک کر کورنش بجالا تا رخصت ہو گیا۔

"پارس میڈم؟" کوئی عورت تیز لہجے میں طنزیہ بولی تھی۔

"جی فرمائیں۔!"

"مجھے پہچانا تم نے؟"

"نہیں سوری..... میں....."

"بلکہ مجھے تم پہچان بھی کیسے سکتی ہو؟ مجھے تو اپنی دانست میں تم نے مکھن سے بال کی طرح بھائی جی کی زندگی سے نکال باہر کیا ہے، بہت مہارت سے تم نے پتے کھیلے اور بالآخر تم جیت گئیں۔ اپنی فتح کا جشن کیسے منا رہی ہو پھر.....؟"

"جی؟ کیا مطلب.....؟" وہ حق دق سن رہی تھی۔ ذہن جیسے سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔

"میں سویرا اسجد ہوں۔ رضوان حیات کی بہن مگر تم مجھے کیسے جان سکتی ہو؟ بھائی جی کو کبھی تم نے اجازت جو نہیں دی کہ وہ تمہیں ہم سے ملوائیں۔ زہر اگل رہی تھیں اور پارس، وہ زہر نہ چاہتے ہوئے بھی اندر اتارنے پر مجبور تھی اور اب وہی زہر اس کو نیلا کر رہا تھا۔

"مسز اسجد، آپ کو کوئی غلط فہمی....."

"میری بات مت کاٹو..... میری بات کاٹنے کی ہمت آج تک بھائی جی کو نہیں ہوئی..... تو تم کون ہو؟" وہ حلق کے بل چلائی تھیں۔ "دو ٹکے کی نوکرانی جس کو اس کی ماں نے ہوٹل کے عوض بیچ دیا۔ تم کون ہو، کیا اوقات ہے تمہاری؟ ہمارے بھائی کو ہم سے چھین لیا، ہوٹل چھین لیا اب اور کتنا چھیننا چاہتی ہو؟ تمہاری وجہ سے، تمہاری وجہ سے آج بھائی جی نے مجھ سے ایسے بات کی جیسے میں..... میں ان کی کوئی دشمن ہوں۔" وہ بلند آواز سے رو رہی تھیں۔ پارس صدمے سے گنگ رہ گئی تھی۔ اسے پتا ہی نہ چلا کہ کب احساسِ توہین نے اس کے گال دہکائے، کب آنکھوں کو بہایا اور کب پانی کے دانے گردن تک لڑھکا دیے۔

"تم ہر چیز کی ذمے دار ہو، میں نہیں جانتی کہ تم نے ان کو کیسے مجبور کیا کہ وہ ہماری شکل دیکھنے سے بھی جائیں، وہ بھائی جو ہم پہ جان چھڑکتا تھا، آج اتنی سی خواہش پہ بھڑک اٹھا جب میں نے کہا کہ میری بیٹا ہوٹل مجھ کو سنبھالنے دیں۔ تم نے ان کو ہمارے خلاف بھڑکا کر ہم سے انہیں اتنا دور لا کھڑا کیا ہے کہ آج..... آج وہ مجھ پہ غصہ ہوئے، جو کبھی نہیں ہوا وہ آج ہوا اور اس کی وجہ تم ہو، صرف اور صرف تم....." وہ غصے سے چلائی، اب ہانپنے لگی تھیں۔

دم بخود، بے آواز آنسو بہاتی پارس یک بھر میں ڈھائی ماہ پہلے کی پارو بن گئی تھی۔ ڈری، سہمی، بزدل، پارو..... اس کا دماغ ہر جواب، ہر دلیل سے

خالی ہو گیا تھا۔ اس کا تو سارا دل ہی خالی ہو گیا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ ہوٹل تمہارے نام کرنے والی بات انہوں نے مجھ سے جان چھڑانے کے لیے کی ہے یا واقعی تمہارے جادو نے ان کو اندھا کر دیا ہے مگر میں تمہیں ایک بات بتائے دے رہی ہوں پارس..... یا جو بھی نام ہے تمہارا۔" وہ اب رو نہیں رہی تھیں، خطرناک لہجے میں غرا رہی تھیں۔ پارس کے جسم پہ چیونٹیاں رینگنے لگیں یا شاید وہ بچھو تھے جو ڈنک مار مار کر اسے نیلا کر رہے تھے۔

"میرے شوہر کو یہ ہوٹل چاہیے اور میں اپنی بات بدلنے والوں میں سے نہیں ہوں، میری ضد ہے اب یہ ہوٹل..... مجھے یہ چاہیے اور تم..... ہاں تم مجبور کرو گی بھائی جی کو یہ کرنے پر..... اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یاد رکھنا، میں تمہارے ساتھ وہ کروں گی کہ تمہاری سات نسلیں پناہ مانگیں گی بلکہ نسل تو تب چلے گی جب بھائی جی تمہارے ساتھ ہوں گے اور ان کو میں تمہارے ساتھ رہنے ہی نہیں دوں گی۔ کسی قیمت پر نہیں پارس میڈم..... تم مجھے ابھی جانتی نہیں ہو۔ خدا ان کی جوانی کی محبت جب میرے سامنے نہ ٹک سکی تم تو پھر بڑھاپے کی بے وقوفی ہو۔" وہ غصے میں تیز، تیز بول رہی تھیں۔

"وہ تم سے ایسے دور ہوں گے کہ تم ان کی شکل دیکھنے کو بھی ترسو گی، اس لیے یا تو وہ کرو جو میں نے کہا ہے یا پھر اپنی ماں سے کہو تمہارے لیے کوئی اور بڈھا ڈھونڈ لے، جس کے ہاتھ وہ تمہیں بیچ آئے کیونکہ اگر تم میری بات مان جاؤ تو شاید میں تم پہ رحم کھا لوں اور تمہیں بھائی جی کے ساتھ رہنے دوں لیکن دوسری صورت میں مجھ سے کسی رعایت کی امید مت رکھنا۔"

فون کٹ سے بند ہوا، ایسے جیسے کٹ سے آری کسی کی گردن پر چل جاتی ہے۔ وہ سُن سی وہاں بیٹھی تھی۔ بوڑھے پہاڑوں نے آواز دی مگر اس

شاعروں کی برتھ کنٹرول

شاعر پیدائشی ہوتے ہیں اور یہی مسئلہ ہے۔ شاعروں کی افزائشِ نسل کے لیے مشاعرے کھاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان پر پابندی دراصل شاعروں کی برتھ کنٹرول ہے۔

نثار اکبر آبادی کہتے ہیں مشاعروں میں شعر پڑھنے کی نسبت کتابی شکل میں چھپوانے کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس طرح چوٹ لگنے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ وہ ایسے شاعر ہیں کہ ایک مشاعرے میں اسٹیج پر آئے تو لوگ واہ واہ کرنے لگے۔ انہوں نے کہا۔ "میں نے تو ابھی شعر سنایا ہی نہیں اور آپ داد دے رہے ہیں۔" تو حاضرین نے کہا۔ "اسی لیے تو داد دے رہے ہیں۔"

ایک ایسے ہی شاعر کے دوست کی مشاعرے میں جوتی گم ہو گئی۔ شاعر نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ میرے اسٹیج پر جا کر شعر سنانے کی دیر ہے، خود ہی مل جائے گی۔" ویسے مشاعروں میں شعر سنانا اتنا مشکل نہیں جتنا شعر نہ سنانا پھر مشاعرہ در اصل شاعروں کے آپس میں مل بیٹھنے کا بہانہ ہوتا ہے۔ پنڈت ہری چند اختر اور عبدالحمید عدم مشاعرے نہ ہونے کی وجہ سے بڑی دیر تک ایک دوسرے سے بدل سکے۔ اس دوران عدم صاحب موٹے ہو گئے۔ ایک مشاعرے میں ملاقات ہوئی تو اختر انہیں پہچان نہ سکے۔ انہوں نے پنڈت جی سے کہا۔ "پہچانا نہیں؟ عدم ہوں۔" پنڈت جی نے انہیں دیکھا اور بولے۔ "اگر تم واقعی عدم ہو تو وجود کیا ہو گا؟" جتنے زیادہ مشاعرے ہوں گے، شاعروں کی اتنی ہی پہچان ہو گی۔ اب تو سیٹلائٹ پر بھی مشاعرے ہونے لگے ہیں۔ شاعر تاریخ میں ہو تو ہم اسے اوتار سمجھتے ہیں اور اگر سامنے والے کمرے میں ہوں تو مذاق اور وہ جس گھر میں ہوتا، وہاں اسے کوئی نہیں سمجھتا۔ بہر حال وہ جس گھر میں ہو، وہاں چوری نہیں ہوتی۔ جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس گھر میں چرانے کے لیے کچھ ہوتا ہی نہیں۔ مشاعرہ شاعروں کے لیے مشاہرہ ہوتا ہے۔ یوں شاعروں پر پابندی دراصل ان کے روزگار پر لات مارنا ہے۔

انتخاب: مزاحیات، ڈاکٹر یونس بٹ
پسند: گلہت آصف، اسلام آباد

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

نے نہیں سنی۔ پھر پانی کے دانے گریبان بھگونے لگے تو وہ چونکی اور ایک دم کھڑی ہوگئی۔

کانفرنس روم میں رضوان تنہا بیٹھے تھے، سامنے ایک فائل کھلی رکھی تھی اور وہ اسے بے توجہی سے دیکھ رہے تھے جب پارس مُردہ قدموں سے چلتی اندر داخل ہوئی۔

انہوں نے استقبالیہ مسکراہٹ اس کی طرف اچھالی مگر وہ سرخ، متورم آنکھیں لیے ان کے مقابل بیٹھی۔ جیسے کوئی مرا ہوا آدمی کھڑے سے بٹھا دو، رضوان نے تشویش سے اسے دیکھا۔

"پارس، تم ٹھیک تو ہو؟" ساتھ ہی اس کا ہاتھ چھوا۔

"آپ ہوٹل امجد صاحب کے نام کردیں۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے اور آج کا سورج غروب ہونے سے قبل یہ ہوجانا چاہیے۔" اس کی آواز آنسوؤں سے بھاری تھی۔ رضوان بری طرح چونکے۔

"کون امجد؟" انہوں نے پرکھنا چاہا۔

"آپ جانتے ہیں، میں کیا بات کررہی ہوں رضوان، مجھے نہیں پتا کہ آپ کی اور مسز سویرا کی کیا بات ہوئی ہے مگر میری اُن سے جو بات ہوئی ہے اس کے بعد مجھے کسی ہوٹل کی خواہش نہیں رہی۔"

"پارس، مجھے پوری بات بتاؤ، کیا ہوا ہے؟" انہوں نے سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھ تھامے وہ دونوں اب بالکل آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

"کیا آپ نہیں جانتے کہ کیا ہوا ہوگا؟ بلکہ نہیں، مجھے ایسے نہیں کہنا چاہیے کیونکہ وہ غلط نہیں ہیں، میں واقعی آپ کو ان کے خلاف بھڑکاتی ہوں، مجھے کبھی بھی ان کے بارے میں اپنی رائے نہیں دینی چاہیے تھی۔" وہ ضبط سے کہتے کہتے رو پڑی تھی۔ رضوان نے تشویش سے اسے دیکھا۔

"تم غلط نہیں کہتیں، میں ان کا غلط دفاع کرتا ہوں، میں جانتا ہوں... مگر میری بات سنو پارس میں تم سے ان کی طرف سے معافی مانگتا ہوں، بھول جاؤ ان کی باتوں کو۔"

"بھول جاؤں؟" اس نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔ "کیسے بھول جاؤں اپنی ذات کی بکھری دھجیاں؟ انہوں نے دو منٹ میں مجھے یوں بے مول کردیا جیسے..... جیسے میں....." آنسوؤں نے اس کا گلا بند کردیا تھا۔ وہ زار و قطار رونے لگی تھی۔

"کسی کے ہمیں برا کہہ دینے سے ہم برے ہو جاتے ہیں، نہ وہ اچھے۔ اپنی زبان سے ہر شخص اپنی طرف دکھاتا ہے، دوسرے کا عکس نہیں، تم اس کی بات کو دل پر مت....." رضوان کے موبائل کی گھنٹی نے انہیں بات مکمل کرنے سے روک دیا۔ انہوں نے جبلت میں فون کان سے لگایا۔

"فیضی میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں۔" پارس ایک دم ہاتھ چھڑا کر کھڑی ہوئی۔

"میں نے کہا ناں میں بعد میں بات کرتا ہوں۔" اپنی بات دُہرا کر انہوں نے بیزاری سے فون رکھا۔

"آپ کرلیں اس سے بات، وہ نہ ایک دفعہ پھر مجھ پر الزام آئے گا۔" تلخی سے کہتی وہ جانا چاہتی تھی مگر انہوں نے زبردستی اسے ہاتھ سے پکڑ کر واپس بٹھایا۔

"تم ہرٹ ہوئی ہو میں جانتا ہوں مگر اس بات کو دل....." وہ کہتے، کہتے ایک دم رکے۔ فون بند کرنے اور پارس کو دوبارہ بٹھانے کے بعد اٹھا گیا ذرا بدلا تھا اور ان کی نگاہ شیشے کی دیوار گیر کھڑکی سے پار تک گئی تھی۔

"فیضی.....؟" ان کی آنکھوں کی پتلیاں حیرت سے سکڑیں۔

پارس نے چونک کر ان کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا۔ رضوان کھڑے ہوئے تو وہ بھی کھڑی

ہوئی۔ نیچے سڑک ویران تھی، سوائے ایک ریورس ہوتی کار کے جس کے ڈرائیور نے کار چلاتے ہوئے تیزی سے دروازہ بند کیا تھا۔ رضوان نے غائباً اسے کار میں بیٹھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

پارس کے چہرے پر آنسو ایسے ہی ٹھہرے تھے، اس نے بے اختیار رضوان کو دیکھا۔ وہ حیرت سے نیچے دیکھ رہے تھے پھر ایک دم وہ مڑے اور تیز قدموں سے باہر کو لپکے۔

وہ کھڑکی میں آن کھڑی ہوئی، آنسو بے دردی سے رگڑے اور نیچے دیکھا۔

وہ کار اب دور جارہی تھی۔ وہ ڈرائیور کو نہیں دیکھ سکی تھی۔ بس کپڑوں کے رنگ کی جھلک دیکھی تھی۔ بوڑھے پہاڑوں کا رنگ..... چند ساعتوں بعد رضوان گیٹ پر بھاگتے ہوئے آئے اور سڑک پر دائیں بائیں دیکھا کار اب وہاں نہیں تھی۔ وہ اب جبلت بھرے انداز میں گارڈ سے کچھ پوچھ رہے تھے پھر وہ فون ملانے لگے۔ بار بار فون بند کرتے اور پھر سے ملاتے جیسے اُن کی کال مسلسل کاٹی جارہی تھی۔ وہ پلکیں سکیڑ کر سارا منظر دیکھتی رہی۔ کچھ منٹ بعد رضوان کو واپس آتے دیکھا۔ اور وہ تھکے، تھکے لگ رہے تھے۔

"وہ فیضی تھا، وہ نیچے آیا تھا، میں سمجھا وہ امریکا میں ہے، اس کا نمبر روٹنگ پر تھا۔ اب ناراض ہے شاید۔" بات کرتے ہوئے وہ اسے نہیں دیکھ رہے تھے، مسلسل کال ملائے جارہے تھے..... پھر شاید اس نے فون ہی بند کردیا کہ انہوں نے کوشش ترک کردی تھی۔

پارس خاموش ہوگئی، بالکل خاموش..... وہ ساری شام ساتھ رہے، حتیٰ کہ رات اترنے لگی۔ رضوان اس دوران ہر دس منٹ کے وقفے سے فیضی کا موبائل ٹرائی کرتے پھر مایوسی سے سر ہلا کر فون رکھ دیتے۔ پارس نے ان سے کوئی بات نہیں کی، وہ چپ رہی، واپسی پر وہ گھر اترنے کے بجائے پارک کی سیڑھیوں کے پاس اتر گئے۔

زینوں پہ برف جمی تھی۔ رضوان نے اپنی ہُڈ والی جیکٹ پہن لی تھی اور اس نے اپنا اوورکوٹ..... ہلکی ہلکی برف پھر سے گرنے لگی تھی۔

"سردی ہے، گھر چلیں؟" وہ بالآخر بولی تو بس اتنا..... انہوں نے نہیں سنا، اوپر چڑھتے رہے۔

"وہ مجھ سے ناراض ہے، مجھے اس کی بات سننی چاہیے تھی۔" وہ خود سے کہہ رہے تھے۔

"صحیح!" اس نے گہری سانس لی، فیضان کے خلاف کدورت مزید بڑھی۔

"وہ فون کیوں نہیں اٹھا رہا؟ تنویر، خواجہ صاحب، اس کے دوست سب سے پوچھ لیا مگر کسی کو نہیں معلوم کہ وہ اِدھر ہے، وہ بتا تا ئے آیا ہے، اس جگہ کے راستے بھی نہیں جانتا، ریش ڈرائیو کرتا ہے، میں اس سے کیسے رابطہ کروں؟" وہ اب بھی اس سے بات نہیں کررہے تھے تیز ہوا کے جھونکے سے ہٹ کر ان کی گردن کی پشت پر آ گیا تھا۔

"آپ کو یقین ہے کہ وہ وہی تھا؟"

"میں نے اسے انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا ہے، کیا میں ہی نہیں جانوں گا کہ وہ وہی تھا یا نہیں؟" وہ خفا ہوئے۔ پارس نے ہلکے سے شانے اچکائے..... وہ دونوں اوپر پارک میں پہنچ چکے تھے۔

کیفے ٹیریا گلاس کی دیوار کے اندر کمرے میں بیٹھا نظر آرہا تھا، اس نے ان دونوں کو دیکھ کر ذرا حیرت، ذرا شناسائی سے ہاتھ ہلایا کہ موسم خراب تھا مگر دونوں نے جواب نہیں دیا۔ وہ خود میں الجھے تھے اور الجھتے ہی رہے۔

"میں اس سے کیسے رابطہ کروں؟" وہ ایک دفعہ پھر اس کا نمبر ٹرائی کررہے تھے۔ پارس اکتا کر دوسری جانب دیکھنے لگی۔

"وہ مجھ سے بہت خفا ہے۔" وہ افسوس سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے چل رہے تھے، ایک دم جھٹکے

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

سے رکے۔ جیسے ان کو کسی نے پیچھے کھینچا ہو، پارس کے لبوں سے دبی، دبی چیخ نکلی۔

رضوان کی ہڈ باز کی نوکیلی سلاخ سے الجھی تھی اور قدم آگے بڑھانے کے باعث وہ چر گئی تھی شکر کہ وہ بروقت سنبھل گئے تھے۔ پارس نے جلدی سے ان کی ہڈ سلاخ کی نوک سے چھڑائی..... وہ درمیان سے یوں پھٹی تھی کہ سوراخ ہو گیا تھا۔

''آپ کو چوٹ تو نہیں آئی؟''

''پتا نہیں.....'' وہ پھر سے الجھے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ پارس کے ابرو تن گئے، آنکھوں میں غصہ پھر عود آیا۔

''آپ اس کی پروا کیوں کر رہے ہیں جو آپ کی نہیں کرتا؟''

''وہ میرا بھائی ہے۔'' انہوں نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

''میں آپ کو اس کے خلاف نہیں کر رہی مگر آپ اتنے پریشان کیوں ہیں جیسے وہ کوئی چھوٹا بچہ ہو جو یوں گم جائے گا؟'' وہ غصے میں ہاتھ ہلا کر تیز، تیز بول رہی تھی۔

''سب ٹھیک ہے سر؟'' کیئر ٹیکر ان کے ہڈ کے اڑنے کا منظر دیکھ کر بھاگا چلا آیا مگر پارس نے ہاتھ جھلا کر اس کو جانے کا اشارہ کیا۔

''مجھے اس کی فکر ہے پارس.....''

''اور میں کدھر ہوں؟ سویرا ٹھیک کہہ رہی تھیں، وہ دونوں آپ کو مجھ سے چھین سکتے ہیں اور آج میں نے دیکھ بھی لیا کہ ان دونوں کی ناراضی میں اتنی طاقت ہے کہ وہ مجھے آپ سے دور کر سکیں۔''

رضوان نے سنا نہیں، وہ پھر سے نمبر ملانے لگے۔ کان پہ لگاتے ہی ان کے چہرے پر امید جاگی۔ گھنٹی جا رہی تھی۔ وہ بے تاب سنتے رہے۔ پارس بھی رک کر ان کو بغور دیکھنے لگی۔ وہ جو بھی کہے گا، اس کا transcription..... اُسے رضوان کے چہرے پہ نظر آ جانا تھا۔

مگر ابھی اس سے کچھ کہا بھی نہیں تھا فون بھی نہیں اٹھایا تھا کہ رضوان کی آنکھیں بے یقینی سے بھر گئیں۔ وہ سیڑھیوں کے دہانے پر کھڑے تھے یہاں سے پوری سڑک دکھائی دیتی تھی۔ دور سفید سڑک کے اس طرف ایک سفید کار کھڑی تھی۔ وہاں کوئی کار سے ٹیک لگائے سر جھکائے کھڑا تھا۔

برف کے گالے گر رہے تھے، ہوا تیز ہو رہی تھی۔ پارس نے سوالیہ نظروں سے رضوان کو دیکھا۔ اسی پل وہ تیزی سے ہیلو بولے۔

''کیوں فون کر رہے ہیں آپ مجھے؟ میں کون ہوں آپ کا؟'' پارس نے نہیں سنا مگر فیضی کہہ رہا تھا۔

''فیضی، تم ادھر آئے ہو، مجھے نہیں پتا تھا بیٹے، تم.....''

''میں کہاں ہوں، اس سے فرق نہیں پڑتا میں کون ہوں اس سے بھی نہیں کیونکہ میں آپ کو کچھ نہیں لگتا، مجھے آج آپا کی ساری باتیں سچی معلوم ہو رہی ہیں۔ وہ ٹھیک تھیں آپ نے اس گھٹیا عورت کی وجہ سے ہمیں بھلا دیا ہے آج اس کی وجہ سے اپنے دروازے پر آئے کھڑے بھائی کو آپ نے دھتکارا ہے۔''

''فیضی..... میری بات سنو، میں تمہارا بھائی ہوں، ساری زندگی تمہارے سر پر سائے کی طرح رہا ہوں۔'' وہ بے یقینی سے کچھ بولنے کی سعی کر رہے تھے۔

''تو نہ رہتے، بے شک تب نہ رہتے مگر اب یوں نہ کرتے، آپ نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا ہے، اب آج سے آپ میرے کچھ نہیں لگتے۔ آپ اور میں ایک دوسرے کے لیے مر گئے ہیں، میں نے سنا تھا شادی کے بعد لوگ بدل جاتے ہیں مگر اتنے بدل جاتے ہیں یہ نہیں جانتا تھا۔ بھائی جی اب مجھے فون مت کیجیے گا اور اگر میں مر جاؤں تو میرے جنازے

پر بھی نہیں آئیے گا کیونکہ میں جتنا آج اکیلا ہوا ہوں، پہلے کبھی نہیں ہوا، سنا آپ نے؟ میرے جنازے پر بھی مت آئیے گا۔'' ساتھ ہی فیضان نے کار کی کھڑکی پہ زور سے مکا مارا۔ وہ غصے میں ایسے ہی کیا کرتا تھا۔ چھناکے کی ذرا سی آواز تیز ہواؤں کے شور میں دب گئی تھی۔ رضوان نے وہ سنا بھی تھا اور دیکھا بھی..... پارس صرف رضوان کو دیکھ رہی تھی۔

''فیضی، تم ایسے نہیں کر سکتے۔'' وہ بالکل بے یقین تھے۔

''میرا نام بھی مت لیں، مجھے آج آپ سے نفرت محسوس ہوئی ہے بھائی جی..... آپ بھی وہی جوان بیوی کے غلام مرد نکلے..... کم از کم آپ کا جو امیج میں نے ذہن میں بنا رکھا تھا وہ ایسا نہیں تھا۔'' اس نے دروازہ کھولا، شیشے کے چند ٹکڑے سڑک پر گرے، چند اندر وہ پروا کیے بنا بیٹھا اور کار اسٹارٹ کی۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کس سڑک پر ہے، وہ دوپہر سے ہوٹل کے اطراف کی سڑکوں پر پھر رہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ رضوان کا گھر یہیں ہے اور یہ تو..... ہرگز نہیں کہ اس اونچے پارک سے اطراف کی چاروں سڑکیں دکھائی دیتی ہیں۔

''فیضان، سنو، میری بات سنو.....'' فون بند ہو چکا تھا۔ وہ ایک دم سیڑھیوں کی جانب لپکے پارس ان کے پیچھے بھاگی۔

''رضوان آرام سے، برف ہے۔''

مگر وہ تیز تیز، بدحواس سے زینے اترنے لگے۔ برف سلیپری تھی اور تیسرے زینے پر اس کی پھسلن نے رضوان کا پاؤں لڑکھڑا دیا۔ وہ ایک دم پھسلے اور پھر لڑھکنے لگے۔ سفید کار اب سڑک کا موڑ کاٹ کر دور جا چکی تھی۔ وہ چیختی ہوئی ان کے پیچھے بھاگی، اوپر سے کیئر ٹیکر بھی انہیں پکارتا، دوڑتا چلا آ رہا تھا۔ رضوان سیڑھیوں کے دہانے پر جا گرے۔

خون کی بوندیں ان کے سر سے نکلیں اور ارد گرد تالاب بنانے لگیں۔ اس نے بدحواسی سے چلاتے ہوئے ان کا سر اپنے ہاتھوں پر اٹھایا۔ وہ خون میں نہا رہے تھے مگر ان کی آنکھوں میں وہی بے یقینی تھی۔

''فیضی..... ایسے نہیں کر سکتا.....'' وہ اب بھی وہیں تھے۔

''میں گاڑی کا انتظام کرتا ہوں۔'' کیئر ٹیکر واپس اوپر کو بھاگا۔ پارس کو صرف لفظ گاڑی سمجھ آیا۔

''میں..... بابا کو بلاتی ہوں۔ رضوان آپ کو کچھ نہیں ہوگا۔ میں.....'' وہ اسی بدحواسی سے سامنے گھر کی سمت دوڑی۔

افضل بابا چند منٹ بعد ان کو اسپتال لے جا رہے تھے۔ پارس نے اپنا کوٹ اتار کر رضوان کے زخم پر رکھ دیا تھا۔ مگر خون بہے جا رہا تھا۔ ان کا سر پھٹا تھا۔ اور اس سے آگے وہ سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

''رضوان.....'' آنکھیں کھولیں، مجھ سے بات کریں۔'' وہ روتے ہوئے بار بار ان کو پکار رہی تھی۔ وہ ہوش کھو رہے تھے مگر ان ابھرتی ڈوبتی سانسوں میں یہی ایک فقرہ ان کے لبوں پر تھا۔

''فیضی سے کہنا..... میرے جنازے پر آ جائے۔''

''بابا جلدی چلاؤ، تیز!''

وہ بالکل بدحواس ہو چکی تھی۔ گھبراہٹ، بوکھلاہٹ، ڈر..... اس نے اسپتال پہنچتے ہی تنویر صاحب کو فون کیا اور وہ فوراً بھاگے چلے آئے۔ رضوان کو آئی سی یو میں لے جایا گیا تھا۔ اسپتال ان کے ہوٹل سے ذرا دور تھا۔ اس لیے پہنچنے میں دیر لگی۔ آدھے راستے بعد ہی رضوان بے ہوش ہو گئے تھے۔ افضل بابا اور پارس وہیں باہر بیٹھ گئے۔ بابا پریشان تھے اور وہ شاکڈ تھی۔ بس بینچ پر بیٹھی رہی۔ جیسے ہوش و حواس کھو دیے ہوں۔ لٹی لٹی سی پارس.....

تنویر صاحب کے آنے سے قدرے ڈھارس ملی۔ وہ ان کو دیکھ کر رونے لگی۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

"رضوان ٹھیک تو ہو جائیں گے ناں؟" وہ بار بار ان سے پوچھتی، وہ کوئی جواب نہ دے پاتے۔ افضل بابا کو انہوں نے گھر بھیج دیا تاکہ وہ جا کر فیروزہ مائی کو بتا دیں اور لے آئیں۔

اسی اثنا میں رضوان کو ہوش آیا۔ وہ مزید پیر نہیں کر سکتی تھی۔ بلانے پر اندر چلی آئی۔ ان کا سر پٹیوں میں جکڑا تھا۔ بایاں بازو فریکچر ہوا تھا، کمر پر شدید چوٹیں آئی تھیں۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ ان کو کمر کے آپریشن کی ضرورت ہے جس کے لیے انہیں باہر لے جانا ہوگا۔ فی الوقت وہ خیریت سے تھے خاموش تھے اور کچھ سوچ رہے تھے۔

"میں بہت ڈر گئی تھی۔" ان کو اپنی جانب دیکھتے پا کر اس کے آنسو پھر سے گرنے لگے۔

"فیضان نے کہا تھا کہ وہ میرے جنازے پر نہیں آئے گا۔" ان کے ہونٹوں سے نکلنے والے پہلے الفاظ یہ تھے۔ پارس کو جیسے صدمہ لگا۔

"آپ کو اب بھی اس کا خیال ہے؟ رضوان وہ..... وہ آپ کو چھوڑ کر جا چکا ہے..... آپ ست سوچیں اس کے بارے میں۔"

"وہ فیضی تھا..... وہاں سڑک پر..... اس نے مجھے نہیں دیکھا....." وہ رک رک کر بول رہے تھے چہرے کو دیکھتے ہوئے جیسے وہ وہاں تھی ہی نہیں..... "میں اسے روکنے جا رہا تھا..... اس نے مجھے نہیں دیکھا۔"

"اگر وہ وہی تھا تو آپ کی اس حالت کا وہی ذمے دار ہے اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو میں اسے جان سے مار دیتی۔" وہ پھٹ پڑی تھی۔

"پارس!" انہوں نے تھکی تھکی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ ان کے بستر کے ذرا قریب آئی۔

"کیا تم میری ایک بات مانو گی؟"

"جی بتائیں۔" اس نے آنسو رگڑے۔

"تنویر کو اندر بھیج دو اور پھر وہ جیسے کہے ویسے کرنا۔"

"مگر..... اچھا....." اس نے زیادہ تردد نہیں کیا۔ ان کو اندر بھیج کر خود باہر آ گئی۔ کافی دیر بعد تنویر صاحب باہر نکلے۔

"کیا ہوا.....؟" وہ ان کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ بہت سنجیدہ لگ رہے تھے۔

"رضوان بھائی کی جان کو خطرہ ہے۔"

"مگر..... ابھی تو ڈاکٹر کہہ رہا تھا کہ وہ stable ہیں۔" اسے حیرت کا جھٹکا لگا۔

"او نہوں..... اس چوٹ سے نہیں..... بلکہ سویرا اور اسجد سے۔"

"کیا مطلب؟"

"سویرا اور اسجد کچھ دن تک پاکستان آ رہے ہیں اور ان کے ارادے درست نہیں ہیں، انہوں نے رضوان بھائی کے پرانے وکیل سے بھی رابطہ کیا ہے وہ ساز باز کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے انداز سے لگتا ہے جیسے وہ رضوان بھائی کی موت کی جلد توقع کر رہے ہیں۔ ان حالات میں ان کے لیے رضوان بھائی کو مارنا اور بھی آسان ہوگا۔"

"میں..... میں ہوٹل ان کے نام کروا دوں گی۔ پلیز، ان سے ہماری جان چھڑا دیں۔" وہ پھر سے رونے کو آ گئی۔

"نہیں مسز پارس، آپ کو یہ نہیں کرنا بلکہ آپ کو وہ کرنا ہے جو میں نے اور رضوان بھائی نے طے کیا ہے ہمیں کچھ عرصے کے لیے رضوان بھائی کو علاج کے لیے باہر بھیجنا ہے، تب تک ہمیں، ان کی سیٹی بجنے کے لیے یہ ظاہر کرنا ہے کہ....." وہ ذرا دیر کو رکے پارس بے قرار نظروں سے ان کو دیکھتی رہی تھی۔

"کہ..... ان کا انتقال ہو چکا ہے۔"

"کیا.....؟" وہ ششدر رہ گئی۔

"میں جانتا ہوں کہ ہم ان کی سکیورٹی سخت کر سکتے ہیں، ان کے لیے اور بھی اقدامات کر سکتے ہیں مگر وجہ صرف یہ نہیں ہے، رضوان بھائی کچھ عرصے

کے لیے منظرِ عام سے غائب ہونا چاہتے ہیں۔ آج کے واقعے کا ان کے ذہن پر گہرا اثر ہے..... وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اگر وہ مر جاتے تو..... آپ کے ساتھ ان کے رشتے دار کیا کرتے، وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنی جائداد کس کے لیے چھوڑ کر جائیں۔ وہ یہ بھی دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان کے مرنے کے بعد کون ان کے لیے کیا کرتا ہے۔"

پارس کے لبوں پر تلخ مسکراہٹ ابھری۔

"وہ فیضی کو آزمانا چاہتے ہیں۔ وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ فیضی ان کے لیے آتا ہے یا نہیں..... مگر پیمبل وہ کب تک کھیلنا چاہتے ہیں؟"

"بس یہ چند ماہ جب تک کہ ان کا علاج مکمل نہ ہو جائے۔ تب تک میں سویرا اور اسجد کے پیپرز میں امیگریشن والوں کے لیے کچھ سوالات چھوڑنے کی کوشش کروں گا۔ آپ فون پر رضوان بھائی سے رابطے میں رہیں گی۔ وہ جتنی رقم بتائیں آپ کو میرے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرنی ہوگی تاکہ ان کا علاج ہو سکے۔"

"اور..... اور کیا لوگ سوال نہیں کریں گے؟" اس کا ذہن بالکل ماؤف ہو رہا تھا۔ وہ وہیں بینچ پر ڈھے سی گئی۔

"آپ یا تو اپنے شوہر کی فکر کر لیں یا لوگوں کی، مسز پارس۔" تنویر صاحب نے جذبات سے عاری انداز میں کہا۔ "لاش کا انتظام میں کروں گا تابوت منگا لیا ہوگا آپ کہیں گی کہ لاش کی حالت خراب ہے اس لیے وہ پٹیوں میں جکڑی ہے، بھلے شیشے سے آدھا چہرہ کوئی نہیں پہچانے گا۔ آپ نے سب کو کہنا ہے کہ وہ سیڑھیوں سے گرے تھے۔ البتہ میں اپنے طور پر فیضان کو یہ بتانے کی کوشش کروں گا کہ ان کے سر کی پچھلی طرف کسی لمبی چیز کا نشان تھا۔"

"وہ کیوں.....؟" وہ چونکی۔

"تاکہ فیضان اور سویرا یہ خیال کریں کہ میں ان کا وفادار ہوں اور ان کو رضوان بھائی کے سوکالڈ قتل کی سازش سے آگاہ کر رہا ہوں۔"

"تو آپ کس کے وفادار ہیں؟" اس نے غور سے ان کا چہرہ دیکھا۔

"میں صرف رضوان بھائی کا وفادار ہوں۔" وہ پہلی بار ذرا سے مسکرائے۔

"اور یہ سب کچھ انہوں نے مجھے خود کیوں نہیں کہا؟" بہت دیر بعد وہ بولی۔

"کیونکہ آپ بحث بہت کرتی ہیں۔" پارس نے تلملا کر انہیں دیکھا مگر ضبط کر گئی۔

"کیا میں ایک دفعہ ان سے مل سکتی ہوں؟"

"نہیں..... ان کو شفٹ کیا جا رہا ہے، مکمل راز داری کے لیے ضروری ہے کہ آپ یہ فرض کر لیں کہ وہ واقعی....." انہوں نے فقرہ ادھورا چھوڑ دیا۔ اسی اثنا میں افضل بابا آتے دکھائی دیے ساتھ میں فیروزہ مائی بھی تھی۔

"کیا ہوا بڑے صاحب کو؟"

"وہ سیڑھیوں سے گر گئے تھے، ہم اسپتال لائے ڈاکٹرز نے بہت کوشش کی مگر ان کا دراصل آدھے راستے میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔" تنویر صاحب بتا رہے تھے وہ جانتی تھی کہ اگلے چند ماہ اب تنویر صاحب ہی تمام نشانات کو مٹانے میں لگے رہیں گے۔

وہ بالکل ماؤف ذہن کے ساتھ واپس آئی تھی۔ فیروزہ مائی رو رہی تھی۔ بہت اونچی آواز میں اور اسے بھی رُلانے کی سعی کر رہی تھی مگر اس کی سرخ آنکھیں خشک تھیں۔ وہ ابھی تک ششدر تھی۔

گھر سے قریب وہ اسی جگہ اتری جہاں گزشتہ رات وہ سفید کار کھڑی تھی۔ وہاں برف پر اب بھی شیشے کے ٹکڑے پڑے تھے۔ اس نے ایک بڑا ٹکڑا اٹھا لیا اور اپنے پرس میں اسی طرح محفوظ کر لیا جیسے

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

فیضان کے لیے نفرت اندر مقید تھی۔

برف نے اسے یہ کرتے ہوئے دیکھا مگر خاموش رہی..... بہت عرصے بعد وہ اس بیوہ پہ روئی جس کا شوہر مرا نہیں تھا اور جب وہ روئی تو پگھل کر جھرنوں میں بہہ گئی۔ یہاں تک کہ پہاڑوں کا بڑھاپا ڈھل گیا اور جوانی پھر سے اپنے جوبن پر آ پہنچی۔ سات رنگوں کی کمان نے روشنی کی رفتار سے اپنا سفر طے کیا، یہاں تک کہ وہ دو آدھے روشن اور آدھے تاریک چہروں کے ساتھ آن ٹھہری جو اس اسٹڈی روم میں آمنے سامنے کھڑے تھے۔

''میں نے اس رات بھی کہا تھا، اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو آپ کی موت کا ذمے دار فیضان ہوتا..... وقت نے ثابت کر دیا کہ میں ٹھیک تھی۔''

''کیا واقعی.....؟'' انہوں نے ابرو اٹھائی۔

''آپ اب بھی اس کی حمایت کرنا چاہتے ہیں؟ تو ٹھیک ہے، آپ آج دیکھیے گا سویرا وہ تھیں جو آپ کو مارنے آ رہی تھیں، فیضی وہ ہے جو مجھے مارنے آیا ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، آج میں آپ کو دکھاؤں گی کہ فیضی کیا ہے۔''

رضوان نے دھیرے سے شانوں کو اچکایا۔

''میں تیار ہوں، تم جو کرنا چاہو کر سکتی ہو، میں تمہیں اتنا ہی مضبوط دیکھنا چاہتا تھا اور وہ میں دیکھ رہا ہوں۔ آگے تم اپنے فیصلوں میں آزاد ہو۔''

پارس نے گہری سانس لے کر خود کو جیسے کمپوز کیا اور مسکرائی۔

''ٹھیک ہے..... پھر میں پارٹی میں جا رہی ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ وہاں فائز نہیں، فیضان آیا ہوگا۔ آپ نے بھی مجھ سے چھپایا، حالانکہ سویرا کی آمد کا آپ نے تنویر صاحب سے سنتے ہی مجھے بتایا تھا مگر فیضان کو آپ نے ہمیشہ پروٹیکٹ کیا..... لیکن آج دیکھیے گا کہ میں اس کے بارے میں صحیح کہتی تھی..... سارے بہن، بھائی ایک جیسے ہوتے ہیں۔'' کہہ کر وہ پلٹ گئی۔ رضوان مسکراتے ہوئے اس کو جاتا دیکھتے رہے۔

☆☆☆

ہال کمرے کی سجاوٹ نہایت خوب صورتی سے کی گئی تھی۔ پھولوں کی مہک اور روشنیوں کی چکا چوند..... عموماً اس پارٹی کے لیے دوسرے ہال مختص کیے جاتے تھے مگر پارس کی آخری منٹ کی تبدیلی کا ایک حصہ پارٹی کے دعوت نامے کینسل کر کے اس چھوٹے ہال میں تمام ارینج منٹ کروانا تھا۔

اور نشستیں بھی اتنی لگائی گئی تھیں جتنی کی اس نے تاکید کی تھی۔

دو، دو کرسیوں کی چار میزیں..... کسی کے نام نہیں لکھے تھے، پھر بھی فیروزہ مائی، شکیل کے ہمراہ بیٹھی تھی اور سویرا تنہا۔

ایک میز پر تنویر صاحب اور فائز بیٹھے تھے جبکہ آخری میز کی دونوں کرسیاں خالی تھیں۔ شکیل کافی دیر سے باہر تھا، ابھی واپس آیا تھا اور ساتھ ہی اس نے سویرا کو آنکھوں سے کچھ اشارہ کیا تھا، جسے انہوں نے سمجھ کر سر ہلا دیا تھا۔ فائز نے کن انکھیوں سے اس اشارے کو دیکھا تھا اور اس کے متعلق سوچا بھی تھا۔ فیروزہ مائی البتہ ٹکر ٹکر خالی ہال دیکھ رہی تھی۔

''یہ ہے پارٹی؟ صرف ہم لوگ ہیں؟ باقی کوئی نہیں آیا؟''

''وہ آ گیا ناں تمہارا رشتے دار!'' شکیل نے تمسخر سے اندر آتے شجاع کی طرف اشارہ کیا جو ہال کا سناٹا دیکھ کر متعجب سا رہ گیا تھا۔ اسے اس سب کی توقع نہیں تھی۔ وہ پارس کی خالی میز کی طرف بڑھا تو اس پر ''ریزروڈ'' لکھا پا کر ٹھہر گیا۔ پھر سویرا کے ہمراہ خالی کرسی پر قدرے ہچکچاتے ہوئے بیٹھ گیا۔

کمرے میں خاموشی چھائی رہی۔ سب چپ تھے۔ ان کو انتظار تھا..... کس کا؟ وہ جانتے تھے کیوں؟ وہ جاننے کی کوشش کر رہے تھے۔

باریک ہیل کی ٹک ٹک نے فضا میں ارتعاش پیدا کیا..... سیاہ ساڑی میں ملبوس پارس، تنی ہوئی گردن کے ساتھ چلتی اندر آ رہی تھی۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ وہی مسکراہٹ جو گزرے سات ماہ غائب رہی تھی۔

''گڈ ایوننگ ایوری ون!'' اسے آتے دیکھ کر فائز اور تنویر صاحب کھڑے ہو گئے۔ وہ مسکرا کر سب کو مخاطب کر کے بولی اور اشارے سے فائز کو اپنے ساتھ آ کر کھڑے ہونے کو کہا۔ اس نے سر کو خم دیا اور پارس کے بائیں جانب آ کھڑا ہوا۔ البتہ اس کے چہرے پر اضطراب تھا۔ کیا ہونے جا رہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا۔

''میرا خیال ہے سب مہمان آ چکے ہیں۔ اس لیے مجھے آپ سب کا تعارف کروا دینا چاہیے۔'' وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔ ''یہ تنویر صاحب ہیں، ہمارے بہت وفادار ساتھی.....''

''یہ سویرا ہیں، رضوان کی عزیز بہن۔''

''یہ میرے والد کی وائف مسز فیروزہ ہیں۔''

''یہ ان کے بیٹے شکیل..... اور یہ میرے تایا کے بیٹے شجاع۔'' وہ سب کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتی مسکرا، مسکرا کر کہہ رہی تھی، جواب میں کوئی اچھے اور کوئی برے منہ کے ساتھ سر کو خم دے کر تعارف قبول کرتا۔ آخر میں وہ فائز کی طرف گھومی، مسکرا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا اور..... بآواز بلند بولی۔

''اور یہ فیضان حیات ہیں، رضوان کے بھائی! مجھے خوشی ہے کہ آپ نے ہماری دعوت قبول کی، فیضان!'' ایک، ایک لفظ پر زور دے کر اس نے کہا۔ فیضان اس جذباتی کیفیت سے نکل چکا تھا جب وہ بوکھلایا گھبرا جاتا، پارس کے انداز و اطوار اسے پہلے ہی کسی انہونی کی خبر دے چکے تھے، اس لیے وہ اندرونی جھٹکے اور شاک پہ قابو پا کر پھیکا سا مسکرایا۔

''مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھے بلایا، پارس!'' اس کا لہجہ نگاہیں..... سب مختلف تھا۔ اس کے سامنے کوئی سر جھکاتا، مودب ایمپلائی نہیں بلکہ اس کے شوہر کا بھائی کھڑا تھا۔

یہ پارس کی امید سے کم ردِعمل تھا مگر وہ مایوس نہیں ہوئی۔ شکیل اور فیروزہ مائی بری طرح چونکے تھے۔ مگر کسی نے کچھ نہیں کہا۔

''بہت دیر کر دی آپ نے آنے میں، فیضان!''

''میں تو ہمیشہ سے آپ کے قریب تھا، آپ نے پہچاننے میں دیر کر دی۔'' وہ بھی مسکرا رہا تھا البتہ اس کی نگاہیں سخت پتھریلی تھیں۔ وہ جواب میں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ فون بجنے لگا۔ اس نے بات لبوں پہ روک کر ہاتھ میں پکڑا موبائل دیکھا۔ کوئی غیر شناسا نمبر۔

''ہیلو!'' پارس نے فون کان سے لگایا۔ وہ رضوان کی آواز سننے کی توقع کر رہی تھی مگر یہ کوئی نسوانی آواز تھی۔

''مسز پارس، جلدی سے نیچے آئیں، ریسپشن پہ کوئی عورت آئی ہے آپ سے ملنے، اس کے پاس ایک پیکٹ ہے جو اسے رضوان صاحب نے کسی زمانے میں دیا تھا وہ یہی بتا رہی ہے۔ کسی کو وہ پیکٹ نہیں دے رہی۔ پلیز آپ نیچے آ جائیں۔''

فون کٹ گیا۔ وہ ذرا سی الجھی۔ فیضان اسی طرح سے دیکھ رہا تھا۔

''ایکسکیوزمی!'' وہ سب کو دیکھ کر بولی اور باہر کی جانب بڑھی۔ فیضان نے آنکھیں سکیڑے اس کو جاتے دیکھا۔ پھر گردن موڑی تو شکیل کے لبوں پہ ذرا سی مسکان تھی۔ ساتھ ہی اس نے سویرا کو دیکھا اور سویرا نے اس کو..... فیضان نے بغور ان دونوں کی نگاہوں کے تبادلے دیکھے اور پھر باہر جاتی پارس کو.....

وہ تیز قدموں سے چلتی باہر آئی۔ دو کاریڈور مڑ

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

کمرہ اس راہداری میں آ گئی جہاں لفٹ تھی۔ لفٹ کے باہر سگنل بتا رہا تھا کہ وہ اسی فلور پہ ہے۔ پارس نے موبائل پہ رضوان کا نمبر ملایا اور لفٹ کے دروازے کا بٹن دبایا۔

بیس کی آواز کے ساتھ دونوں دروازے کھلے۔ پارس کو اپنے پیچھے دوڑتے قدموں کی آواز آئی اور سامنے مدھم روشن لفٹ، اس نے موبائل کان سے لگاتے ہوئے اندر قدم رکھا۔

اس کا پاؤں ابھی زمین پہ پڑا بھی نہیں تھا کہ کسی نے اس کا بازو دبوچ کر اس کو پیچھے کھینچا۔ اس کے لبوں سے دبی دبی سی کراہ نکلی۔ وہ لڑکھڑا کر کاریڈور کی دیوار سے ٹکرائی اور گرتی چلی گئی۔ اس کا سر گول گول گھوم رہا تھا۔ موبائل زمین پہ جا گرا تھا..... بہ مشکل اپنے چکراتے سر کو سنبھالتے اس نے آنکھیں اٹھائیں۔ سامنے فیضان کھڑا، تلخی سے لب بھینچے اسے دیکھ رہا تھا اور لفٹ کا دروازہ جنوز کھلا تھا۔

پارس نے اب دیکھا..... لفٹ اندر نہیں تھی۔ اندر خلا تھا۔ وہ دیوار کا سہارا لے کر اٹھی۔ اور دروازے سے اندر دیکھا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹ پڑیں۔

لفٹ کئی منزلیں نیچے گری پڑی تھی۔ اگر وہ اندر قدم رکھ دیتی تو.....؟ اس نے بے یقینی سے پلٹ کر فیضان کو دیکھا۔

"میری بہن اور تمہارا بھائی..... میں جانتا تھا وہ یہ سب کر رہے ہیں..... یہ مت سمجھنا کہ مجھے تمہاری فکر تھی، صرف اس لیے بچایا ہے کہ تم میرے بھائی کی بیوی رہی ہو!" وہ اسے سپاٹ نظروں سے گھورتا پلٹ گیا۔ پارس گہری، گہری سانس لیتی..... بے یقین سی اس کی پشت کو دیکھتی دیوار سے لگی کھڑی رہی۔ اس کا ہاتھ ابھی تک اس کے دل پہ تھا۔

موت، موت کھیلنا بہت آسان تھا، جھیلنا بہت مشکل۔

اس نے ذرا سی گردن پھیر کر دوبارہ اس کھائی کو دیکھا۔ بے اختیار جھرجھری آئی۔ جسم پہ چیونٹیاں رینگنے لگیں۔ اس نے آنکھیں بند کیں، چند گہری سانسیں لے کر خود کو کمپوز کیا اور جھک کر موبائل اٹھایا۔ رضوان کی کال ملی نہیں تھی یا بند ہو گئی تھی، اسے معلوم نہ تھا۔

وہ جب دوبارہ ہال میں داخل ہوئی تو بہت کوشش کے اس کے چہرے کی اڑی رنگت، پیشانی کی نامحسوس لرزش اور قدموں کی بے تابی چھپی نہ رہ سکی۔ اس کو اندر آتے دیکھ کر شکیل بے اختیار سیدھا ہوا پھر سویرا کو دیکھا۔ ان کے لب بھنچ گئے۔ آنکھوں میں غصہ عود آیا۔

"لفٹ کے ساتھ ایک حادثہ پیش آیا ہے، میں نے ریسپشن پہ اطلاع دے دی ہے، وہ لفٹ بند کروا رہے ہیں۔" فیضان نے سرسری سے انداز میں اطلاع دی۔ سویرا نے جیسے ضبط کرتے ہوئے پہلو بدلا۔ پارس کا رنگ ابھی تک سفید تھا۔ وہ بہ مشکل ہلکا سا مسکراتی اسی مرکزی جگہ آ کھڑی ہوئی جہاں فیضان اور وہ پہلے کھڑے تھے اور جہاں فیضان ابھی تک کھڑا تھا۔ سارا پلان، سارا لائحہ عمل چوپٹ ہو گیا تھا۔ حالات کی ذرا سی پیچیدگی نے سب ڈسٹرب کر دیا تھا۔

"آپ کچھ کہہ رہی تھیں، مسز پارس!" فیضان نے سلسلۂ کلام وہیں سے جوڑنا چاہا۔

"اپنے بھائی کے ساتھ ہونے والی ٹریجڈی کا علم تو ہو گا آپ کو!" وہ اپنے سوچے گئے الفاظ دہرانے لگی مگر ان میں وہ جان نہیں تھی جو ذرا دیر پہلے کہے جانے پہ ہوئی تھی۔

"مجھے معلوم ہے اور میں یہی معلوم کرنے آیا ہوں کہ اس سب میں کس کا ہاتھ ہے؟"

شجاع نے بے اختیار مضطرب سا ہو کر پہلو بدلا۔ وہ پریشان ہو رہا تھا۔

"آپ کا فیضان حیات! اس سب کے ذمے

دار آپ ہیں، کیا آپ کو وہ شیشے کا ٹکڑا کچھ یاد نہیں دلاتا؟" وہ باوجود کوشش کے اپنے الفاظ کو انتباہ برخاست نہ کر سکی جتنا اس کے خیال میں اسے کرنا چاہیے تھا۔

"میں کسی چیز کا ذمے دار نہیں ہوں۔"

"آپ اس وقت وہیں تھے جہاں رضوان اور میں تھے۔ ہم نے آپ کو دیکھا تھا۔ رضوان نے آپ کو پہچان لیا تھا۔ وہ آپ کے پیچھے بھاگے تھے جس کی وجہ سے ان کا پاؤں پھسلا اور وہ....."

"آپ نے ان کو دھکا دیا تھا، مسز پارس!" سویرا مزید برداشت نہ کر سکیں اور اونچی آواز میں بولیں۔

ہال میں ایک دم سناٹا چھا گیا۔ شجاع نے بے یقینی سے سویرا کو دیکھا۔ پارس کے چہرے پر بھی اضطراب تھا۔ فیضان... غور سے پارس کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا ثبوت ہے آپ کے پاس اس بے بنیاد الزام کا؟" وہ بولی تو اس کی آواز میں لڑکھڑاہٹ تھی اور یہ سویرا کے الزام کی وجہ سے نہیں بلکہ اس واقعے کے باعث تھی۔

"آپ کی اپنی ریکارڈنگ، کیا میں سنواؤں؟" سویرا فاتحانہ سا مسکرائیں، شکیل کا موڈ آف تھا اور فیروز ہائی پریشان تھی۔

"میری ایسی کوئی ریکارڈنگ نہیں ہے۔"

"تو پھر سنیے.....!" سویرا نے موبائل پہ چند بٹن دبائے اور فائل کھول لی، پارس اور شجاع کی آواز ہر سُو گونجنے لگی۔ شجاع کے بس چند فقرے تھے اور پارس ہی زیادہ بول رہی تھی۔

"آڈیو عدالت میں قبول نہیں ہوتی۔" ریکارڈنگ ختم ہوئی تو پارس گہری سانس لے کر بولی۔ فیضان چونکا۔

"کیا آپ جھٹلا نہیں رہیں.....؟" وہ واقعتاً حیران ہوا تھا۔

"میں جھٹلاؤں یا نہ جھٹلاؤں، آپ لوگ میرا

خطا معاف کرنا

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "قیامت کے دن ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا۔ وہ لوگ کہاں ہیں جو لوگوں کی خطائیں معاف کر دیا کرتے تھے وہ اپنے پروردگار کے حضور میں آئیں اور اپنا انعام لے جائیں کیونکہ ہر مسلمان جس کی یہ عادت تھی بہشت میں داخل ہونے کا حقدار ہے۔"

ذرا سی بات

ایک لباس ہے جو دنیا کے ہر خطے میں رہنے والے انسان پر جچتا ہے اور وہ ہے مسکراہٹ۔

از: ارم کمال..... فیصل آباد

اپنے آپ کو پہچانیں

کسی نکتہ دان نے انسانی ذہن کا بڑا خوب صورت تجزیہ کیا تھا۔ وہ یہ کہ...

☆ چھوٹے ذہن کے لوگ شخصیات پر بحث کرتے ہیں۔

☆ اوسط درجے کے ذہن رکھنے والے لوگ واقعات پر بحث کرتے ہیں۔

☆ بڑے ذہن کے مالک، نظریات پر بحث کرتے ہیں۔

☆ عظیم ذہن رکھنے والے خاموشی سے عمل پیرا رہتے ہیں اور وہ لوگ عظیم تر ہوتے ہیں۔ جن کے پاس مثال دینے کے لیے اقوال نہیں بلکہ ان کے اعمال ہوتے ہیں۔

مرسلہ: علی شاہین، رحیم یار خان

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ آڈیو کوئی ثبوت نہیں ہے۔" وہ پُرسکون تھی اور نہیں بھی تھی۔ وہ ایک وقت میں دو لوگ تھی۔

"پارس..... تو نے..... تو نے مارا تھا اسے؟" فیروزہ مائی بے یقین تھی۔

پارس چند لمحے خاموش رہی، سب اسی کو دیکھ رہے تھے۔

"ہاں میں نے ہی ان کو دھکا دیا تھا مگر آپ لوگ میرا کیا بگاڑ سکتے ہیں؟"

فیضان کے جبڑے اتنی سختی سے بھنچے کہ گردن کی نسیں ابھرنے لگیں۔ اس کی آنکھوں میں غصہ عود کر آنے لگا۔

"میں سمجھتا تھا، آپ بے قصور ہیں مگر نہیں، آپ ہی اس سب کی ذمے دار ہیں اگر یہ بات آپ پہلے بتاتیں تو میں آپ کو ہرگز، ہرگز نہ بچاتا۔" وہ شدید صدمے میں تھا، دکھ میں تھا، غصے میں تھا۔

"میں اس آڈیو کو میڈیا پہ دے سکتی ہوں، ہر جگہ تمہاری بدنامی ہوگی اور بالآخر اتھارٹیز کو یہ کیس کھولنا ہی پڑے گا پارس۔" سویرا کے پاس پورا منصوبہ تھا۔ پارس بالکل چپ ہوگئی۔

"مگر آپ ایسا نہیں کریں گی۔" وہ پہلی دفعہ پریشان نظر آنے لگی۔

"ہم ایسا ضرور کریں گے۔" فیضان کہتے ہوئے واپس اپنی کرسی کی طرف چلا گیا۔ وہ جیسے اس کے ساتھ کھڑا بھی نہیں ہونا چاہتا تھا۔

"نہیں، آپ ایسا نہیں کریں گے، ہم اس بارے میں بات کرسکتے ہیں۔ کوئی ایگریمنٹ کرسکتے ہیں۔" وہ بے قرار ہوگئی۔

"مثلاً..... ہماری زبان بندی کی قیمت کے طور پر تم ہمیں کیا دے سکتی ہو؟" سویرا کی آنکھیں چمکیں۔

"آپ..... کیا لینا چاہتی ہیں؟" وہ واضح شکست خوردہ نظر آرہی تھی۔

"بھائی جی کے تمام ہوٹلز..... ورنہ تم جیل میں ساری عمر سڑو گی اور اسی جوانی میں اوپر چلی جاؤ گی۔ فیصلہ تمہارا ہے۔"

"تمام نہیں، صرف باقی کے دو ہوٹلز۔" وہ جیسے جمع تفریق کرنے لگی تھی۔

"میں اس ہوٹل سے نیچے کسی شے پر راضی نہیں ہوں گی پارس۔"

"مگر..... میں نے آپ کو ہوٹل دے دیے تو میں کہاں جاؤں گی؟"

"بھائی جی کی دلائی ہوئی جیولری تم رکھ سکتی ہو، گھر رکھ سکتی ہو، پھر دوبارہ پھنسا لینا کسی بڈھے کو، اسے بھی مار دینا مگر ہمیں اپنے ہوٹلز چاہئیں۔"

"آپ اس کی یوں توہین نہیں کرسکتیں۔" شجاع تلملا کر بولا۔

"چپ رہو....." سویرا نے ناگواری سے اسے گھورا۔

"ٹھیک ہے، میں آپ کو ہوٹلز دے دوں گی۔" اس نے جیسے بہت تکلیف سے فیصلہ کیا تھا۔

"پارس، بے وقوف مت بنو، یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔" شجاع نے بے اختیار اسے روکنا چاہا۔

"آپ ہوٹلز کے کاغذات لے لیں اور مجھے یہ ریکارڈنگ دے دیں۔ بس بات ختم۔"

"بات ختم نہیں ہوئی، مسز پارس اور مسز سویرا۔" فیضان نے موبائل فون نکالتے ہوئے کہا۔ "کچھ دیر میں آپ کو پولیس کے حوالے کرنے جارہا ہوں۔"

"فیضی..... رکو.....!" سویرا نے بے اختیار اس کا بازو تھاما، اسے آنکھوں میں کوئی اشارہ کیا۔ پارس نے بے بسی سے فیضان کو دیکھا۔

"آپ کو ہوٹلز چاہئیں ہیں، میں دے رہا ہوں، اب آپ کیا چاہتی ہیں؟"

"مجھے ہوٹل نہیں چاہئیں۔ مجھے میرے بھائی جی

کے خون کا بدلہ چاہیے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ایک، ایک لفظ چبا چبا کر بولا۔

"تم جانتی ہو میں یہاں کیوں آیا تھا؟ میں سمجھتا تھا میں ہوٹلز کے لیے آیا ہوں، میں سمجھتا تھا کہ میں خود کو صرف مطمئن کررہا ہوں یہ سوچ کر کہ میں بھائی جی کے لیے آیا ہوں مگر جانتی ہو میں بھائی جی کے لیے آیا تھا کیونکہ میں سویرا آپا کی طرح بے حس نہیں ہوں، وہ میرا باپ جیسا بھائی تھا، اس نے مجھے ہر اس وقت میں سہارا دیا جب میں گرنے والا تھا، وہ میرے لیے ایک مضبوط دیوار تھے، جس پہ میں نے ساری عمر ٹیک لگائی مگر کبھی اس کو گرنے سے بچانے کی کوشش نہ کی۔ پارس، میرے بھائی جی کو مجھ سے ہمیشہ تائید ہی ملی ہیں۔ آج تم مجھے شہر کے سارے ہوٹلز بھی دے دو، تب بھی تم مجھے میری تمام غلطیوں کا ازالہ کرنے سے نہیں روک سکتیں۔"

پارس نے سوچا تھا، وہ اسے جتائے گی، وہ اسے برا بھلا کہے گی مگر سارے الفاظ ختم ہوگئے تھے، آنسوؤں کا پھندا اس کے گلے میں پڑ گیا تھا۔

"فیضی، پاگل مت بنو.....!" سویرا جھنجلا رہی تھیں۔

"کیا تم اپنے بھائی کے خون کی قیمت نہیں لینا چاہتے؟" پارس بولی تو بس اتنا۔

"میں بہت کچھ ہوسکتا ہوں مگر کسی کی گردن پہ سودے کرنے والا نہیں، تم نے مجھے غلط سمجھا۔" اس نے کہتے ہوئے فون پر ایک نمبر ملایا اور ابھی لس کا بٹن دبانے لگا تھا کہ خاموش بیٹھے تنویر صاحب کھڑے ہوئے۔

"تمہارے بھائی جی زندہ ہیں فیضی....." پارس کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گال پر لڑھک گئے، وہ صرف فیضان کو دیکھ رہی تھی۔ جس کا نمبر ملاتا ہاتھ رکا تھا اس نے سر اٹھا کر خالی، خالی نظروں سے تنویر صاحب کو دیکھا۔

"وہ زخمی ہوئے تھے مگر بچ گئے تھے، ہم نے یہ سب صرف اس لیے کیا تاکہ اُن کو محفوظ رکھ کر ان کا علاج کرواسکیں۔ مسز سویرا اور امجد صاحب سے ان کی جان کو شدید خطرہ تھا۔"

فیضان نے ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ مڑ کر سویرا کو دیکھا۔ وہ فق ہوتی رنگت لیے کھڑی تھیں۔

"اور کیا تم یہ جانتے ہو کہ یہ تمہیں پارس کو مارنے کے لیے کیوں اکسا رہی ہیں؟ تاکہ تم اسے مار کر خود جیل چلے جاؤ اور انہیں ہوٹلز میں سے تمہارا حصہ نہ دینا پڑے۔"

"یہ..... جھوٹ....." سویرا فقرہ بھی مکمل نہ کرسکیں۔

"بھائی جی..... وہ....."

"وہ ایڈمن بلاک میں اپنے آفس میں ہیں، تم جا کر اُن سے مل سکتے ہو....." فیضان نے بے اختیار پارس کو دیکھا۔ نا سمجھی، حیرانی، بے یقینی۔ وہ اس وقت کئی کیفیات میں گھرا تھا۔ پھر ایک دم وہ باہر کو بھاگا، پارس نے جھلملاتی آنکھوں سے اسے جاتے دیکھا۔ وہ چند منٹ میں ان کے آفس کے گلاس ڈور کے باہر پہنچ چکا تھا۔

اندر وہ اپنی گھومنے والی کرسی..... پہ رخ موڑے نظر آرہے تھے۔ وہ ان کی پشت کو پہچانتا تھا، وہ ان کی خوشبو پہچانتا تھا۔ اس نے مردہ ہاتھوں سے دروازہ کھولا۔ رضوان مڑے اور اسے دیکھ کر مسکرائے۔ وہ پہلے سے کمزور اور بوڑھے ہوگئے تھے مگر وہ زندہ تھے۔

"میں جانتا تھا تم میرے خون کی قیمت نہیں لوگے۔ میں تمہیں جانتا ہوں فیضی..... میں تمہیں ہمیشہ سے جانتا تھا۔"

"بھائی جی....." وہ رونا چاہتا تھا مگر رو نہیں سکا۔ بس ان کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ وہ ابھی تک بے یقین تھا۔

www.paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM

وہ مسکراتے ہوئے گردن اٹھا کر اسے دیکھ رہے تھے۔

"میں نے..... میں ہمیشہ زیادتی کرجاتا تھا مگر کیا..... کیا ہم پہلے جیسے ہو سکتے ہیں بھائی جی؟ جیسے میرے بچپن میں آپ اور میں ہوا کرتے تھے؟"

"بہن، بھائیوں کی یہ مجبوری ہوتی ہے کہ ان کو پہلے جیسا ہونا ہی پڑتا ہے۔ ہمیں بھی ہونا پڑے گا۔ شاید کچھ وقت لگے مگر وقت تو ہر چیز میں لگتا ہے فیضی۔" وہ اٹھے اور اسے گلے سے لگالیا۔ وہ ان کی کمر پر ہاتھ رکھنے کے لیے ہاتھ بھی نہ اٹھا سکا۔ ابھی ان کے قریب آنے، ان کا اعتبار بحال کرنے کے لیے، اسے بہت سا وقت چاہیے تھا۔

☆☆☆☆

ہال کمرے میں وہ اکیلی تھی۔ سوائے شجاع کے سب جا چکے تھے۔ تنویر صاحب، شکیل کو وہاں سے لے گئے تھے۔ پارس کو یقین نہیں تھا کہ وہ شکیل کو سیکیورٹی کے حوالے کر بھی سکیں گے یا نہیں کیونکہ وہ ہر ممکن طور پر بھاگنے کی کوشش کرے گا۔ سویرا کہاں گئی تھیں، اسے نہیں معلوم..... بس وہ خاموش کھڑی تھی اور شجاع ملامت کردہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اگر تمہارا شوہر زندہ تھا تو تم نے کل میری بات کیوں سنی؟ میرے جذبات کی توہین کیوں کی؟"

پارس نے ہتھیلی کی پشت سے آنکھیں رگڑیں، ذرا سا مسکرائی اور اس کے قریب آئی پھر ہتھیلی اس کے سامنے پھیلائی۔

"میرے بیس روپے، شجاع.....؟"

"کیا.....؟" وہ حیران ہوا۔

"میرے بیس روپے تم پر ادھار ہیں شجاع..... یاد ہے تم میرے لیے یہ بالیاں لائے تھے؟ میں نے صدر میں دیکھی تھیں، وہاں سو روپے کی تھیں مگر تم ستر کی لائے تھے۔ میں نے اگلے ہی دن محلے کی دکان سے چیک کرلیا تھا۔ وہ تم اسی دکان سے لائے تھے، اور وہ پچاس روپے کی تھیں..... مجھ سے دکاندار نے جھوٹ بولا یا تم نے بھی سب کی طرح میرا استعمال کیا، میں اس مخمصے میں برسوں سے الجھی تھی اسی لیے میں نے کبھی ان بالیوں کو نہیں اتارا مگر آج میرے دل سے وہ پھانس بھی نکل گئی ہے۔ ہوٹل ان کو دینے پہ تمہاری بے سکونی مجھے بتا گئی کہ تم ہوٹلز کے لیے میرے پاس واپس آئے تھے۔" اس نے کانوں سے ایک، ایک کر کے بالیاں اتاریں اور ان کو فرش پر پھینک دیا۔

"چلے جاؤ یہاں سے شجاع! تم بھی ہمیشہ سے میرا استعمال کرنا چاہتے تھے، چلے جاؤ۔"

وہ واقعی ایک پل وہاں نہ ٹھہرا بس ویران نظروں سے کبھی اسے دیکھتا، کبھی زمین پر گری بالیوں کو دیکھتا باہر نکل گیا۔

پارس کی آنکھ سے ایک قطرہ بھی نہ گرا۔ ایک قطرے کی بارش اب سوکھ چکی تھی۔

"رضوان ٹھیک کہتے تھے، یہ فیضان کا امتحان نہیں تھا، میں اپنا اور شجاع کا امتحان لے رہی تھی۔" دل میں لگا آخری کانٹا بھی آج نکل گیا۔ اس نے چہرے کو ہاتھوں سے چھپا کر خود کو کمپوز کیا اور ذرا سا مسکرائی۔

اب اسے رضوان کے پاس جانا تھا۔ فیضان بھی وہیں ہوگا، اسے برداشت کرنا اور اس سے نارمل طریقے سے بات کرنا مشکل ضرور ہوگا مگر آہستہ، آہستہ چیزیں نارمل ہو ہی جائیں گی۔

اسے یقین تھا۔

وہ باہر چلی گئی۔ ہیل کی ٹک ٹک مدھم ہوتی گئی۔ فرش پر گری بالیاں، اپنے اندر کی اَن سنی کہانیاں سموئے وہیں پڑی رہیں۔

ان کی چمک ماند پڑ چکی تھی۔

(ختم شد)

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

ہم خاص کیوں ہیں:۔

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- موبائل فونز کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- عمران سیریز اور مظہر کلیم اور ابن صفی کی تمام رینج
- اپ ڈیٹ فری لنکس، لنکس کو پیسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ٹریڈیم ایبل لنک
- ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پریویو ہر پیج سائز کے ساتھ
- پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور ایکسپرٹ کے ساتھ تبدیلی
- مشہور معنفین کی کتب کی مکمل رینج
- ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پہ تبصرہ ضرور کریں

ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں، ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan

Like us on Facebook fb.com/paksociety

twitter.com/paksociety1

www.paksociety.com